DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v58i3.841

کتب مقدسہ میں بشارات نبوی کا بیان اور اردو سیرت نگاروں کا اخذ و استفادہ: تحلیل و تجزیہ

سیدہ سعدیہ ۞
سیدہ مریم شاہ ۞

The Prophecies about the Prophet (PBUH) in Judeo-Christian Scriptures and Their Utilization by Urdu Biographers of the Prophet (PBUH): An Analysis

Syeda Sadia۞
Syeda Maryam Shah۞

ABSTRACT

It can safely be said that the colonial period ushered a new era of *sīrah*-writing in the Indian subcontinent. A number of biographies of the Prophet (PBUH) were written in response to the works of Orientalists on *sīrah*. In this wake, many Urdu biographers employed traditional and innovative methodologies in their biographies of the Prophet (PBUH). One

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی ویمن یونی ورسٹی، سیالکوٹ۔
۞ ریسرچر، پروب اینڈ فائینڈ فورم، لاہور۔

۞ Assistant Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot. (sayeda.sadia@yahoo.com)
۞ Researcher, Probe and Find Forum, Lahore. (smaryamshah@ymail.com)

such innovation was the usage of sacred scriptures of other religions in their biographies. This article studies the prophecies about the Prophet (PBUH) in Judeo-Christian scriptures and the ways in which Urdu biographers of the Prophet (PBUH) utilized them in their works.

Keywords

prophecy, Judeo-Christian scriptures, *sīrah,* Urdu biographies of the Prophet (PBUH)

Summary of the Article

The colonial period ushered in a new era of *sīrah*-writing in the Indian subcontinent. Many biographies of the Prophet (PBUH) were written in response to the works of Orientalists on *sīrah.* In this wake, many Urdu biographers employed traditional and innovative methodologies in their biographies of the Prophet (PBUH). One such innovation was the usage of sacred scriptures of other religions in their biographies. This article studies the prophecies about the Prophet (PBUH) in Judeo-Christian scriptures

and how Urdu biographers of the Prophet (PBUH) utilized them in their works.

The first important work written on *sīrah* in Urdu which utilized the Bible as a source was Sir Syed Ahmad Khan's *Al-Khutbāt al-Aḥmadiyyah fi 'l- 'Arab wa 'l-Sīrat al-Muḥammadiyyah.* He wrote the book in response to William Muir's highly controversial book *The Life of Mahomet* as he was deeply worried by Muir's portrayal of the Prophet (PBUH) in his book. Sir Syed extensively quoted from the Bible in his arguments against the contents of Muir's book.

Sir Syed's book became a trendsetter for introducing new methodologies in *sīrah*-writing and many Urdu biographers followed him by utilizing Judeo-Christian scriptures in their biographies. Apart from Sir Syed's book, the Urdu biographies that have been discussed in this study are 'Abd al-Sattār Ghaurī's *Muḥammad Rasūl Allāh ke Bāre main Bible kī Chand Paishīn Gū'iyān*, Shiblī Nu'mānī's *Sīrat al-Nabī*, Sayyid Manāẓir Aḥsan Gīlānī's *Al-Nabiyy al-Khātim*, Muḥammad Idrīs Kāndhalvī's *Sīrat al-Muṣṭafā*, Sayyid

Abū al-A'lā Maudūdī's *Sīrat-i Sarvar-i 'Ālam,* Ṭālib Husayn Kirpālvī's *Sīrat al-Nabī Zabūr aur Taurait kī Raushnī maiṇ,* Qażī Habīb al-Raḥmān Manṣūrpūrī's *Sīrat-i Āṇḥażarat Bible ki Raushnī main,* Qażī Sulaimān Manṣūrpūrī's *Raḥmat li 'l-'Ālamīn,* Khālid Mas'ūd's *Ḥayāt-i Rasūl-i Ummī,* Ghulām Aḥmad Parvaiz's *Mi'rāj-i Insāniyat,* Muḥammad Ibrāhīm Mīr Siyālkotī's *Sīrat al-Muṣtafā,* Muḥammad Sādiq Siyālkotī's *Jamāl-i Muṣṭafā,* Muḥammad Iḥsān al-Ḥaqq Sulaimānī's *Rasūl-i Mubīn,* Ḥakīm 'Imrān Thāqib's *Bible aur Muḥammad Rasūl Allāh,* and 'Abd al-Ra'ūf Ẓafar's *Uswah-i Kāmil.*

Since the focus of this study is the utilization of the prophecies regarding the coming of a prophet in Judeo-Christian scriptures by the Urdu biographers of the Prophet (PBUH), it also discusses the principles which these biographers employed in utilizing these prophecies in their studies. Needless to say, these biographers only used those prophecies in their biographies that suited their narratives.

انسانی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا مبعوث فرمائے۔ ان میں سے چند ہی کے نام تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں ملتے ہیں مگر ان کے تفصیلی حالات اور ان کی جامع صفات کا تذکرہ مفقود ہے۔ یہ اعزاز اور امتیاز تاریخ انبیا میں صرف اور صرف ایک شخصیت کو حاصل ہے اور وہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آں جناب ﷺ کی حیات کا ایک ایک لمحہ اور سیرت کا ایک ایک پہلو پوری جامعیت و ثقاہت کے ساتھ انسانیت کی ہدایت اور رہ نمائی کے لیے محفوظ ہے۔ خالق کائنات نے جب قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا تو کیسے ممکن تھا کہ قرآن ناطق کے اسوہ کی حفاظت کے اسباب فراہم نہ کیے جاتے۔ اسوۂ حسنہ کی حفاظت جہاں ذخیرہ حدیث کے ذریعے ہوئی، وہیں شمائل، غزاوت و سرایا اور سیرت پر لکھی جانے والی کتب نے بھی یہ خدمت انجام دی۔ اولین سیرت نگاروں نے سیرت پر جو کتب لکھیں ان میں غزوات ہی کا بیان زیادہ تھا۔ مغازی رسول ﷺ پر تحریری مواد عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے ملتا ہے۔ 'مغازی رسول اللہ ﷺ' کے عنوان سے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (م ۹۴ھ) نے جو کتاب ترتیب دی وہ آج ہمارے سامنے موجود ہے۔

"حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مغازی نگاری نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی اور مختلف مقامات پر مغازی کے خصوصی حلقہ ہائے درس قائم ہوئے۔"[۱]

"بعض اولین سیرت نگاروں نے سیرت پر جو کتابیں لکھیں ان میں غزوات زیادہ ذکر کیے گئے ہیں، لیکن بعد میں یہ فن غزوات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں رہا، بلکہ آں حضرت ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر بھی تفصیل سے لکھا جانے لگا۔ مثال کے طور پر ابن سعد (م ۲۳۰ھ) کی **الطبقات الکبریٰ** میں آں حضرت ﷺ کے دوسرے احوال بھی لکھے گئے ہیں۔"[۲]

وہ اولین مغازی نگار اور علما جنھوں نے سیرت کی ابتدائی روایات کی جمع آوری میں بہت ذوق و شوق کا اظہار کیا ان میں سے نمایاں اصحاب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ سہل بن ابی حثمہ (م ۴۱ھ)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م ۶۳ھ)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ)

۱۔ عبد الرؤف ظفر، **اسوہ کامل ﷺ** (لاہور: کتاب سرائے پبلیشرز، اردو بازار، ۲۰۰۹ء)، ۲۹۔

۲۔ ندیم الواجدی، **سیرت نگاری کے بعض اہم پہلو، نقوش رسول نمبر** (لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۲ء)، ۱: ۵۲۔

۴۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ)

۵۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص قرشی زہری (م ۸۲)

۶۔ عروہ بن الزبیر (م ۹۴ھ)

۷۔ سعید بن المسیب (م ۹۴ھ)

۸۔ عبید اللہ بن کعب (م ۹۷ھ)

۹۔ حضرت ابان بن عثمان (م ۱۰۵ھ)

۱۰۔ ابو محمد القاسم بن محمد بن ابی بکر (م ۱۰۷ھ)

۱۱۔ الشعبی (م ۱۰۹ھ)

متاخرین علما کی کتب سیرت

ان متقدمین سیرت نگاروں کی فراہم کردہ بنیادوں پر متاخرین علمانے بھی سیرت نگاری کے جوہر دکھائے اور سیرت نگاری میں ایک عالی شان عمارت تعمیر کی۔ ان متاخرین علما کی کتب کے نام درج ذیل ہیں:

- حافظ ابو سعید عبد الملک نیشاپوری (۲۰۶ھ) **شرف المصطفیٰ**
- امام ابن حزم (م ۴۵۶ھ) **جوامع السيرة**
- امام ابو عمر یوسف بن عبد البر (م ۴۶۳ھ) **الدرر في اختصار المغازى والسير**
- امام ابو القاسم عبد الرحمن السہیلی (م ۵۸۱ھ) **الروض الأنف شرح السيرة النبوية لابن هشام**
- ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی (م ۶۳۴ھ) **الاكتفاء في مغازى المصطفیٰ**
- حافظ عبد المومن دمیاطی (م ۷۰۵ھ) **المختصر في سيرة سيد البشر المعروف سيرة دمياطي**
- ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) **عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير**
- شمس الدین امام ابن قیم جوزیہ، ابو عبد اللہ محمد بن بکر (م ۷۵۱ھ) **زاد المعاد في هدي خير العباد**
- حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) **السيرة النبوية**
- یحیٰ بن ابی بکر العامری (م ۸۹۳ھ) **بهجة المحافل**

- احمد بن محمد الخطیب القسطلانی (م ۹۲۳ھ) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية
- محمد بن یوسف الشامی (م ۹۴۲ھ) السيرة الشامية
- نور الدین علی بن برہان الدین الحلبی (م ۱۰۴۴ھ) السيرة الحلبية
- محمد بن عبد الباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) شرح المواهب اللدنية
- سید احمد زینی دحلان (م ۱۳۰۴ھ) السيرة النبوية والآثار المحمدية المعروف سيرت دحلانية

برصغیر پاک و ہند میں اردو سیرت نگاری کا آغاز وارتقا

مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کے ساتھ ہی علم و تہذیب کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ مسلم فاتحین کے ساتھ آنے والے علما و فضلا میں سے بعض نے مستقل طور پر ہندوستان میں رہائش اختیار کی اور تبلیغ اسلام کے لیے اپنا سب کچھ وقف کر دیا۔ ان علمائے سلف نے اسلامی علوم بالخصوص علم حدیث و سیر کی اشاعت میں بھرپور صلاحیتیں صرف کیں؛ چناں چہ اخلاف میں آنے والے سیرت نگاروں کے لیے اولین نقوش انھی علما نے چھوڑے۔ عربی و فارسی زبان میں کتب سیرت کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں حدیث و مغازی و سیر پر بھی نمایاں کام سامنے آیا۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر سے لے کر انیسویں صدی کے اختتام تک اردو زبان وادب کی ترقی کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری کے حوالے سے بھی نئے رجحانات سامنے آئے۔ اس دور میں ایک تو ایسی کتب تحریر کی گئیں جن میں یورپین مفکرین کے شبہات کا رد خود مسلمان علما نے بہ زور دلیل پیش کیا، دوسرے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر مثبت و منفی رجحانات کی حامل مغربی کتب کے تراجم پیش کیے گئے اور تیسرے سیرت نگاری میں آزادانہ تحقیقات پر مبنی کتب سامنے آئیں جن میں سے بیش تر متعصبانہ فکر کی حامل ہی تھیں۔

۱۹۴۷ء کے بعد سے اب تک پاکستان اور ہندوستان میں سیرۃ النبی ﷺ پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ ہندوستان میں ہزاروں اسلامی دارالعلوم اور بے شمار درس گاہیں سیرت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ پاکستان میں بھی علما و فضلا شب و روز سیرت کے مختلف پہلوؤں پر مقالات اور کتابیں لکھ رہے ہیں۔

پاکستان کے علما نے سیرت سے متعلق جو کتب لکھی ہیں وہ کم و بیش انھی خیالات کا تکرار ہیں جو ان کے اکابر اپنی اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ البتہ اس دور میں بعض ایسے فاضل سیرت نگار بھی منظر عام پر آئے ہیں جنھوں نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو نئے علوم نئے حالات، نئے مسائل کی روشنی میں دکھانے کی کوشش کی ہے۔ یہ علما جہاں مشرقی علوم سے بہرہ ور ہیں وہاں مغربی علوم، پر بھی دست رس رکھتے ہیں اور انھوں نے آپ ﷺ کی سیرت کے جزوی پہلوؤں مثلاً اخلاق، مکتوبات، شمائل، ہجرت وغیرہ پر کئی تحقیقی مقالات اور خطبات لکھے ہیں اور بعض مستقل کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔

بر صغیر پاک وہند کے متقدمین و متاخرین سیرت نگاروں نے کتب سیرت لکھتے وقت جہاں بھی بائبل کی روایات سے استفادہ کیا، تنقیح و توضیح ہی کے ساتھ کیا اور خصوصاً بائبل کی ان روایات کو کتب سیرت میں لائے جن میں حضور ﷺ کے بارے میں پیشین گوئیاں تھیں۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی ولادت، حضور ﷺ کا بنی اسماعیل سے ہونا، حضور ﷺ کی ہجرت، حضور ﷺ کا جہاد اور حضور ﷺ کے شمائل و فضائل کے بیان میں بھی بائبل کی روایات سے استفادہ کیا گیا۔

بر صغیر پاک وہند کی اردو کتب سیرت میں بائبل سے اخذ و استفادے کی روایت سر سید احمد خان نے **خطبات احمدیہ** لکھ کر ڈالی۔ یہ کتاب لکھنے میں سر سید نے جہاں دیگر مصادر کی طرف رجوع کیا، وہاں بہ زبان بائبل ولیم میور کے اعتراضات کی تردید کی کوشش بھی کی۔ گو کہ سر سید احمد خاں کا انداز مناظرانہ اور مدافعانہ سے زیادہ سنجیدہ اور محققانہ تھا اور اس کتاب میں اپنی کوتاہ نظری یا خرد کی تنگ دامانی کی وجہ سے کئی غلطیاں بھی کیں۔ سید صاحب کے اسلام کے بارے میں چند متزلزل نظریات کی وجہ سے یہ کتاب علما و فضلا کے ہاں تنقید کا ہدف بنی رہی ہے، لیکن ان تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود سید صاحب نے **خطبات احمدیہ** میں بائبل کی روایات سے جہاں بھی استفادہ کیا، تنقیح و توضیح کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی کیا۔ **خطبات احمدیہ** کی اشاعت نے بر صغیر کے سیرت نگاروں میں ایک نئے رجحان کو متعارف کروایا۔ اور اس کتاب کی اشاعت کے بعد بر صغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کے رسمی اسلوب سے ہٹ کر مدافعانہ اور مناظرانہ سیرت نگاری کی روایت چل نکلی۔ جدید عصری تناظر میں اور مغربی دنیا کے چیلنجوں کا منہ توڑ جواب دینے لیے سیرت نگاری کے موضوع پر یہ ایک مثبت تبدیلی تھی۔ اس بدلتے ہوئے ماحول میں بعض اردو سیرت نگاروں نے بائبل کی پیشین گوئیوں ہی پر سیرت طیبہ کی پوری کتاب ترتیب دے ڈالی اور بعض نے اپنی سیرت کی کتابوں کے ایک باب کو اس کام کے لیے مختص کیا۔ گویا

خطبات احمدیہ نے برصغیر پاک وہند کی اردو سیرت نگاری میں ایک نئے اسلوب کو متعارف کروایا اور یہ ایک رجحان ساز (Trend Setter) کتاب ثابت ہوئی۔

چوں کہ اس کتاب نے اردو سیرت نگاری میں بائبل سے اخذ واستفادے کے رجحان کو بنیاد فراہم کی، تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر بائبل سے استفادہ اور سیرت نگاروں کے رجحانات کے سلسلے میں سب سے پہلے **خطبات احمدیہ** میں منقول بائبل کی روایات کا جائزہ لیا جائے گا کہ سید صاحب کس سیاق وسباق میں روایت لائے اور اس کی تنقیح وتوضیح کس طرح سے کی نیز **خطبات احمدیہ** کے بعد سے اب تک جتنی کتب سیرت میں بائبل کی روایات کا استعمال ہوا، ان میں سے دست یاب کتابوں میں سیرت نگاروں کا جو تنقیح وتوضیح کا رجحان تھا اس کا جائزہ الگ ایک ایک کتاب کی صورت میں نہیں بلکہ بائبل کی پیشین گوئیوں کو موضوع بنا کر اس پر سیرت نگاروں کی بحث وتحقیق کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔ روایات بائبل اور ان پر علماے سیرت کی بحث اور تنقیح وتوضیح میں اعادے سے بچنے لیے اس ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا؛ کیوں کہ بعض متاخرین سیرت نگاروں نے اپنے متقدمین کی پیروی میں بائبل کی روایات نقل کر کے ان پر بحث وتحقیق کی اور بعض نے اپنے متقدمین اردو سیرت نگاروں کی آرا بعینہ نقل کیں۔

بشارات محمد ﷺ انجیل میں

اناجیل اربعہ میں حضرت محمد ﷺ کے متعلق جو بشارات آئی ہیں ان میں تین کو سر سید احمد خان اپنے اس دسویں خطبہ میں پیش کرتے ہیں:

”یہ امور میں نے تم سے کہے جب کہ تمھارے ساتھ ہوں، لیکن پیریکلیوس پاک روح جس کو باپ بھیجے گا میرے نام سے ہر بات تم کو سکھا دے گا اور یاد دلائے گا تم کو تمام وہ باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں۔“ [۳]

دوسری روایت یہ ہے: ”تاہم میں تم سے سچ کہتا ہوں یہ بھلا ہے تمھارے لیے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں؛ کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو پیریکلیوس تمھارے پاس آئے گا“[۴]

اس بشارت کی وضاحت میں سر سید لکھتے ہیں: ”اس روایت میں جو لفظ ’پیریکلیوس‘ آیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ لفظ نہیں بولا تھا؛ کیوں کہ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور

۳۔ **کتاب مقدس** (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، ۲۰۰۴ء)، **انجیل یوحنا**، باب ۱۴: ۲۵-۲۹۔

۴۔ نفس مصدر، باب ۱۶: ۷۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عبرانی میں لفظ ' فارقلیط ' فرمایا تھا۔ یونانی زبان میں اس کا ترجمہ ' پریکلیطاس ' نہیں کیا گیا جس کے معنیٰ ' تسلی دہندہ ' کے ہیں۔ بلکہ اس کا ترجمہ ' پریکلیوطاس ' کیا گیا تھا۔ جو ٹھیک ' فارقلیط ' کے لفظ کا ترجمہ اور جس کا ترجمہ عربی زبان میں ٹھیک ٹھیک لفظ ' احمد ' ہے۔

سرسید نے ولیم میور کے اعتراض کہ ' یوحنا کی انجیل کا ترجمہ جو ابتدا میں عربی زبان میں ہو اس میں اس لفظ کا ترجمہ غلطی سے احمد کر دیا گیا ہو گا۔ یا کسی خود غرض جاہل راہب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جعل سازی سے اس کا استعمال کیا ہو گا۔ یعنی پریکلطاس ' کو ' پریکلیوطاس ' کر دیا ہو گا۔ جس کو مسلمان اپنے پیغمبر کی بشارت قرار دیتے ہیں '' کی تردید میں چھ صفحات پر مشتمل طویل اور مدلل بحث کی ہے۔ (۵)

بشارت دوم: '' اور دیکھو میں بھیجتا ہوں وعدہ اپنے باپ کا تم پر لیکن تم ٹھہرو شہر یروشلم میں جب تک کہ تم پر عطا ہو قوت اوپر سے۔ ''(۶)

سرسید اس بشارت (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے) کی تاویل یوں کرتے ہیں: عبارت کے الفاظ ''اس وعدہ کے آنے تک تم شہر یروشلم میں ٹھہرے رہو۔'' سے اس کے لفظی معنیٰ مراد نہیں ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب تک وہ وعدہ پورا ہو تم شہر یروشلم سے وابستہ رہو اور اس کی عزت و تعظیم جیسی کہ پیش تر کرتے آئے ہو کرتے رہو اپنا سر اسی کی طرف جھکاؤ، اپنا منہ اسی کی طرف رکھو، جب تک وعدہ پورا ہو، چناں چہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ وعدہ پورا ہوا اور یروشلم میں رہنے کا زمانہ منقطع ہو گیا اور بیت اللہ میں رہنے کا زمانہ آیا، باپ کا وعدہ پورا ہوا اور قوت اوپر سے عطا ہو گئی۔ بیت المقدس کی طرف جو مدت دراز سے قبلہ تھا موقوف ہوا اور مکہ میں ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے خانۂ خدا اور کعبۂ معظم کی طرف قبلۂ اہل ایمان قرار پایا۔ پس یہ بشارت صاف ہمارے پیغمبر کی مبعوث ہونے اور بیت المقدس کے قبلہ رہنے کے زمانے کے اختتام اور بیت اللہ الحرام کے قبلہ ہونے کی بشارت ہے۔ ''(۷)

بشارت سوم: سرسید تیسری بشارت **انجیل یوحنا** سے پیش کرتے ہیں جس میں یہودیوں نے کاہنوں کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کاہنوں کے

۵۔ سرسید احمد خان، **الخطبات الاحمدیہ** (لاہور: شفیع سجاد آرٹ پریس، ۱۹۸۸ء)، ۳۴۱-۳۴۶۔

۶۔ **انجیل لوقا**، باب ۲۴: ۴۹۔

۷۔ سرسید احمد، مصدر سابق، ۳۴۸۔

سوال کے جواب میں کہا:” میں ہوں آواز اس کی جو کہ جنگل چلاتا ہے۔ سیدھا کرو رستہ خداوند کا جیسا کہ نبی اشعیا نے کہا اور وہ جو بھیجے گئے تھے فروسی تھے اور انھوں نے اس سے پوچھا اور اس نے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہے۔ جب کہ تو نہ کرستاس یعنی عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔“[۸]

سر سید نے ان آیات کی بھی وضاحت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ اس میں تین پیغمبروں کا ذکر ہے: ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسرے حضرت الیاس علیہ السلام جن کو مسلمان حضرت خضر کہتے ہیں اور جن کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ مرے نہیں ہیں اور ”وہ نبی“ سے مراد صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات مبارکہ ہے۔

خطبات احمدیہ کے بارھویں اور آخری خطبے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ برس کی عمر تک کا حال بیان کیا گیا ہے اور ولیم میور کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت پر کیے گئے اعتراضات کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

سر سید ولیم میور کا ایک اعتراض نقل کرتے ہیں:”حضرت آمنہ نے عبد المطلب سے فرشتے کا یہ حکم بیان کیا کہ اس لڑکے کا نام احمد رکھنا۔“

سر سید اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ”ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اگر حضرت آمنہ نے عبد المطلب سے یہ کہا ہو کہ ایک فرشتے نے مجھ سے کہا ہے اور اس لڑکے کا نام احمد رکھنا، تو ولیم صاحب نے اس بات پر کیوں تعجب کیا ہے اگر توراتِ مقدس کی آیت کہ ’ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے اس سے کہا کہ دیکھ تو حمل سے ہے اور تیرے ایک لڑکا ہو گا اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔“ [۹]

اور نیز یہ آیت:”اللہ تعالیٰ نے کہا سارا تیری بیوی کے بے شک ایک لڑکا پیدا ہو گا اور اس کا نام اسحاق رکھنا۔“ [۱۰]

نیز انجیل کی یہ آیت ”اور اس کے (یعنی مریم) ایک بیٹا پیدا ہو گا اور تجھ کو (یوسف کو) چاہیے کہ اس کا نام عیسیٰ رکھے؛ کیوں کہ وہ اپنی امت کو گناہوں سے نجات دے گا۔[۱۱] صحیح ہے اور عیسائی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو کس بنا پر وہ اس بات سے انکار کرسکتے ہیں کہ حضرت آمنہ کو بھی ایک فرشتہ نظر آیا تھا اور جو لڑکا پیدا ہونے والا تھا،

۸۔ **انجیل یوحنا**، باب ۱: ۲۰۔ ۲۵۔

۹۔ **کتاب پیدائش**، باب ۱۶: ۱۱۔

۱۰۔ نفس مصدر، باب ۱۷: ۱۹۔

۱۱۔ متی، باب ۱ : ۳۰۔

اس کا نام 'احمد' رکھنے کو کہا تھا۔" (۱۲)

اس بیان کے بعد سید صاحب مزید ثبوت پیش کرتے ہیں کہ عہد عتیق میں آں حضرت ﷺ کی بشارت 'محمد ﷺ' کے نام سے آئی اور انجیل میں 'احمد' کے نام سے، اس لیے اس بشارت کو پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ حضرت آمنہ کو خواب میں بتا دیا جائے اور حضرت آمنہ کو خواب میں بشارت دینا کوئی خلاف واقعہ امر نہیں ہے۔

سرسید احمد خان نے **خطبات احمدیہ** میں کثیر مقامات پر بائبل کی روایات سے استدلال کیا ہے اور جہاں کہیں بھی روایات بائبل کا حوالہ دیا ہے ان کی تنقیح و توضیح بھی کی ہے۔ گو کہ اس کتاب میں بیان سیرت کے کچھ واقعات پر سید صاحب نے کوتاہ نظری یا عقل ناقص سے کام لیا لیکن روایات بائبل جہاں بھی نقل ہیں ان پر تحقیق کے ساتھ دلائل بھی پیش کیے ہیں۔

اردو سیرت نگاری میں بائبل سے تنقیح و توضیح کے ساتھ استفادے کا رجحان

یہاں بائبل کی ان چند روایات کو موضوع بنا کر بحث کی جائے گی جن کو سیرت نگاروں نے اپنی کتب سیرت میں نقل کرتے ہوئے ان پر جامع و مفصل تحقیقی مواد مہیا کیا۔

مثل موسیٰ علیہ السلام

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے، تیرے ہی درمیان سے، یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔" (۱۳)

عہد نامہ قدیم کی اس بشارت پر بہت سے علمائے سیرت نے بحث کی ہے اور اپنے اپنے موقف سے ثابت کیا ہے کہ یہ بشارت کسی اور نبی پر نہیں بلکہ صرف اور صرف بنی اسماعیل سے مبعوث پیغمبر حضور علیہ السلام پر ہی صادق آتی ہے۔

"کتابِ استثناء" کی اس عبارت کے تین حصے اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ تیرے ہی درمیان میں سے، تیرے ہی بھائیوں میں سے۔

۲۔ تیری مانند (موسیٰ علیہ السلام کی مانند)

۱۲۔ سرسید احمد، **الخطبات الاحمدیہ**، ۳۸۴۔

۱۳۔ **استثناء**، باب ۱۸: ۱۵–۱۹۔

۳۔ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔

ان تینوں اجزا پر الگ الگ علماے سیرت کی آرا نقل کی جا رہی ہیں:

"تیرے ہی درمیان سے' تیرے بھائیوں میں سے"

سر سید احمد خان اس جملے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور مخاطب اس کا کوئی خاص شخص نہیں بلکہ کل قوم بنی اسرائیل ہے اور تمام قوم جو جنس واحد ہے اس کی طرف ضمیر خطاب واحد کا استعمال کیا ہے۔ اب اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتانا تھا کہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہو گا، بلکہ برادران بنی اسرائیل سے ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

- "تجھ میں سے" اور پھر اس کا بدل واقع ہوا "تیرے بھائیوں میں سے۔" تو اس سے صاف تعین ہو گیا کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا نہ کہ بنی اسرائیل سے۔ پس اسی طرز کلام سے بنی اسرائیل میں سے اس نبی موعود کے مبعوث ہونے کا احتمال بالکل زائل ہو جاتا ہے اور الفاظ 'تیرے بھائیوں میں سے' اور 'تجھ میں سے' کا بیان تصور نہیں ہو سکتے اور نبی موعود کا بنی اسماعیل سے ہونا معین ہو جاتا ہے۔[۱۴]
- مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس بشارت میں لفظ 'بھائیوں' سے یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ بنی اسرائیل کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا قریبی رشتہ ہو۔
- اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ "میں تمھارے لیے خود تم ہی میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔"
- مزید برآں اس پیشین گوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی نہیں بہت سارے نبی آئے ہیں جن کے ذکر سے بائبل بھری پڑی ہے۔[۱۵]

ایسی ہی رائے خالد مسعود صاحب نے اپنی کتاب **حیات رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم** میں دی ہے۔[۱۶]

قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ مثل موسیٰ علیہ السلام یا موسیٰ علیہ السلام کی مانند نبی کی اس بشارت میں جن امور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی علیہ السلام کو مشابہ قرار دیتے ہیں، وہ یہ ہیں: "دونوں صاحب شریعت، دونوں صاحب

۱۴۔ سر سید احمد، مصدر سابق، ۳۲۷۔

۱۵۔ ابو الاعلیٰ مودودی، **سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۰ء)، ۱۳۵۔

۱۶۔ خالد مسعود، **حیات رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم**، (لاہور: دار التذکیر، ۲۰۰۴ء)، ۴۴۔

ہجرت، دونوں صاحب جہاد اور دونوں کو اکتالیسویں سال کے آغاز میں نبوت کا ملنا۔"

اور یہ وہ امور ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔[(۱۷)]

خالد مسعود صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تین امور میں مماثل قرار دیتے ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے رسول تھے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قانون و شریعت لائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی باقاعدہ شریعت نازل ہوئی۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کامیابی سے ہم کنار ہوئی اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی مشن بھی کامیاب و کامران ہوا۔[(۱۸)]

مولانا مودودی دونوں انبیا میں وجہ مماثلت یہ بتاتے ہیں: "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مستقل شریعت لانے کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی اسرائیل میں جو نبی بھی آئے تھے وہ شریعت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ ان میں سے کوئی مستقل شریعت لے کر نہیں آیا تھا۔"[(۱۹)]

اہل علم جن امور میں کلیم اللہ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مماثل قرار دیتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا اور حضرت کلیم علیہ السلام نے بھی جہاد کیا۔

۲۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مدین کی طرف ہجرت کی اور بعد ازاں مصر سے ملک کنعان کی طرف منتقل ہوئے اور وہاں اپنے دین کی مکمل تعلیم دی اور اس کا نفاذ کیا۔

۳۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرعرش اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور دیدار کا شرف حاصل ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سر طور ہم کلامی و تجلی دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو انگلی کے اشارے سے دولخت کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر بحیرہ قلزم کو دو حصے کیا۔

۵۔ آں حضرت نے انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں فرمائے اور حضرت کلیم علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر بارہ

۱۷۔ قاضی سلیمان منصور پوری، **رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم** (لاہور: اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، س ن)، ۹۷۔

۱۸۔ خالد مسعود، مرجع سابق، ۴۴۔

۱۹۔ مودودی، مرجع سابق، ۱: ۱۳۶۔

چشمے جاری کیے۔

٦۔ نبی اکرم ﷺ کی مہر نبوت اور نشان رسالت آپ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نشان نبوت ان کا ید بیضا تھا۔

٧۔ حضور اکرم ﷺ نے کعبۂ مبارکہ میں سے اور دوسرے مقامات سے بتوں کو مٹایا اور بت پرستی کا خاتمہ کیا اور حضرت موسی علیہ السلام نے بچھڑے کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل سے بت پرستی کا صفایا کیا۔

٨۔ رسول معظم ﷺ نے بھی مشرکین کو قتل کر کے ان کی کمر توڑی اور حضرت کلیم علیہ السلام نے بھی انھیں قتل کرا کر۔

٩۔ حضور اکرم ﷺ کے جانشین فرماں روا ہوئے اور دین اسلام کی توسیع، دار السلام کی وسعت اور پھیلاؤ کا موجب اور قیصر و کسریٰ جیسے عظیم فرماں رواؤں کی شکست اور بربادی کا موجب بنے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت یوشع فرمانروا ہوئے اور جبارین کی شکست و ریخت کو موجب بنے۔[٢٠]

جس طرح کرپالوی صاحب نے نو امور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی مماثلت واضح کی ہے اس طرح سر سید احمد خان نے دس امور میں حضرت محمد ﷺ کو مانند موسیٰ علیہ السلام قرار دیا ہے۔[٢١]

عبارت کا یہ حصہ " اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔"

سر سید احمد خان اس کی یہ توجیہ پیش کرتے ہیں کہ سوائے احکام عشرہ کے **توریت و زبور** میں جو الفاظ بیان ہوئے بعینہ وہ نہیں ہیں جو انبیا پر وحی ہوتی تھی بلکہ انبیا کو صرف مطلب القاہو تا تھا۔ اور وہ انبیا اس کو اپنی زبان اور محاورے میں لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے۔ اسی طرح اناجیل اربعہ کے الفاظ بھی وہ نہیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوئے تھے، کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور انجیلیں یونانی زبان میں تحریر ہوئیں۔ ہاں البتہ قرآن مجید ایسا ہے کہ اس کے لفظ پیغمبر کے منہ میں رکھے گئے اور وہی لفظ پیغمبر نے پڑھ کر لوگوں کو سنائے۔ پس یہ بشارت کہ " اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا" سوائے محمد ﷺ کے اور کسی پر صادق نہیں آتی۔[٢٢]

٢٠۔ قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری، **سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں** (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ١٩٨٢ء)، ١: ٨٩۔

٢١۔ سر سید احمد، مصدر سابق، ٣٢٤۔ ٣٢٦۔

٢٢۔ مصدر سابق: ٣٢٧۔

دیگر علماے سیرت بھی اس بشارت کا مصداق پیغمبر نبی آخر الزماں ﷺ ہی کو مانتے ہیں۔(۲۳)

عبد الستار غوری صاحب نے کتاب استثنا کی اس بشارت پر ایک طویل تفصیلی تحقیقی مضمون اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے اور جو ششماہی تحقیقی مجلہ جہات الاسلام میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

اشعیاہ نبی کی پیشین گوئی

"اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی، ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہ ہوا۔"(۲۴)

اس آیت کی وضاحت سر سید احمد خاں اور طالب حسین کرپالوی صاحب تقریباً ایک ہی طرح سے پیش کرتے ہیں:

> اس آیت میں اشعیاہ نبی نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو خدا کی سچی پرستش از سر نو قائم کریں گے۔ ان میں سے ایک کو گدھے کی سواری کے نشان سے بتلایا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرف اشارہ ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدھے پر سوار ہو کر یروشلم (بیت المقدس) میں داخل ہوئے تھے اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی سچی پرستش قائم کی تھی۔
>
> دوسرے شخص کو اونٹ کی سواری کے نشان سے بتلایا اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے؛ عرب کی خاص سواری اونٹ ہی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ اونٹ پر سوار ہی مکہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے بھی خدائے واحد کی سچی پرستش قائم کی۔(۲۵)

بائبل میں مکہ مکرمہ اور کعبۃ اللہ کا ذکر

"اے لشکروں کے خداوند، اے میرے بادشاہ اور میرے اللہ، تیرے مذبحوں کے پاس گوریا نے اپنا آشیانہ بنا لیا جہاں وہ اپنے بچوں کو رکھے گا۔ مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں، وہ سدا تیری تعریف کریں گے۔ مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے جس کے دل میں صیون کی شاہراہیں ہیں۔ وہ وادی بکہ (مکہ) سے گزر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔ بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں سے معمور کر دیتی ہے۔ وہ طاقت پر طاقت

۲۳- خالد مسعود، مرجع سابق، ۴۵؛ غلام احمد پرویز، **معراج انسانیت** (لاہور: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۷۶ء)، ۲۱؛ مودودی، مرجع سابق، ۱: ۱۳۶۔

۲۴- کتاب **اشعیاہ**، باب ۲۱: ۷۔

۲۵- سر سید احمد، مصدر سابق، ۳۴۰؛ طالب حسین کرپالوی، **سیرت النبی ﷺ زبور اور توریت کی روشنی میں** (لاہور: اسلامیہ دار التبلیغ، مکہ کالونی، گلبرگ، ۱۹۹۲ء)، ۳: ۱۱۰- ۱۱۱۔

پاتے ہیں ان میں سے ہر ایک صیون میں خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔" (۲۶)

زبور کی اس روایت میں لفظ 'مکہ' کے بارے میں حکیم محمد عمران ثاقب صاحب نے نہایت عمدہ بحث کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

اس باب میں وضاحت فرمادی گئی ہے کہ حضور صادق المصدوق ﷺ کی وادی مبارک بکا (مکہ) ہوگی۔

عربی بائبل میں اس کا ترجمہ یوں ہے: عابرين في وادي البكاء يصيرونه اور انگریزی بائبل میں یہ عبارت یوں درج ہے:

Who passing through the valley of Beca, make it a well, the rain also filleth the polls

ان اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں لفظ 'بکا' ہی موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ 'بکاوہ' اسم معرفہ ہے۔ جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریروں میں بھی اسم معرفہ کا پہلا حرف بڑے حروف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ 'بکا' کا پہلا حرف B بھی بڑی B کے ساتھ لکھا ہے۔

نیز مصنف اسی لفظ 'بکا' پر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تحقیق سے ثابت کرتے ہیں:

زبور کی اس پیشن گوئی میں مصلحین بائبل نے لفظ بکہ کو بکا بنادیا۔ اس پیشین گوئی میں بھی تحریف کا ایک نمونہ موجود ہے۔ وادی بکہ جو مکہ کا دوسرا نام ہے۔ بعینہ بائبل میں موجود تھا مگر اب اسے 'وادی بکا' یعنی آنسوؤں کی وادی اور خشک وادی میں تبدیل کر دیا گیا۔ مصلحین بائبل نے 'بکہ' کی جگہ 'بکا' تو لکھ دیا مگر اس کے ساتھ جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ وہ وادی بکہ ہی تھی جسے 'بکا' کا نام دے دیا گیا۔ حالاں کہ بکہ کے متعلق مار گولیتھ نے بھی تصدیق نامہ جاری کیا کہ زبور کا یہ بکا عرب کے 'مکہ' کے سوا اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔ (۲۷)

سیرت النبی ﷺ میں شبلی نعمانی نے اس روایت کے ضمن میں عمدہ تحقیق پیش کی ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ 'بکہ' مکہ معظمہ ہی ہے، لیکن یہود جن کا یہ وطیرہ ہے کہ ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ﴾ اسے 'وادی بکا' (آنسوؤں کی وادی) مراد لیتے ہیں، بخلاف اس کے بکا اور بکہ بالکل ایک لفظ ہیں فرق اسی قدر ہے جس قدر ایک ہی لفظ کے تلفظ میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ (۲۸)

مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب النبی الخاتم ﷺ میں شبلی ہی کی تحقیق کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲۹)

۲۶۔ **زبور**، باب ۸۴: ۳۔۷۔

۲۷۔ حکیم عمران ثاقب، **بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ** (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۶ء)، ۱۸۸۔

۲۸۔ شبلی نعمانی، **سیرت النبی ﷺ** (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۱۹۹۱ء)، ۱: ۱۰۲۔ ۱۰۳۔

۲۹۔ سید مناظر احسن گیلانی، **النبی الخاتم ﷺ** (لاہور: زاہد بشیر پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۵ء)، ۲۲۔

زبور کی اس مذکورہ بالا بشارت میں لفظ 'بکہ' سے بحث کرتے ہوئے محمد احسان الحق سلیمانی صاحب مغربی مفکرین جارج سیل، بار سورتھ، سمتھ، ولیم میور، ایڈورڈ گبن، ٹامسن کارلائل اور مار گولیتھ وغیرہ کی آرا نقل کرتے ہوئے مکہ کے حدود اربعہ پر تحقیق پیش کرتے ہیں۔[۳۰]

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی بھی اس 'بکہ' سے 'مکہ' کی وادی ہی مراد لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بکہ وہی علاقہ ہے جسے مکہ کہتے ہیں اور جہاں پر بیت اللہ شریف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ﴾"[۳۱]

قاضی حبیب الرحمن منصور پوری اس لفظ پر تحقیق یوں پیش کرتے ہیں:"عبرانی زبان میں بکہ لیے (ہباخا) کا لفظ آیا ہے اور عربی میں اس بائبل کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے:"عابرين في وادي البكاء يصيرونا يبوعا"

اور اس 'بکا' کے بارے میں جارج سیل قرآن کے انگریزی ترجمے (ص ۵۷) میں لکھتے ہیں: Is another name of mecca

اور مسٹر روڈویل کے قرآن کے انگریزی ترجمے میں (ص: ۳۹۵) اس سے مراد Beca, Mecca ہی اور مسٹر پامر ترجمہ قرآن (ص ۶۵۲) میں بکہ سے مراد مکہ ہی لیتے ہیں۔

Bekka --- another name of becca

یعنی مغربی مفکرین کی آرا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ 'بکہ' اصل میں مکہ ہی کی وادی ہے۔"[۳۲]

کتاب **استثناء** میں ہے:"کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا، اور اس کے داہنے ہاتھ پر آتشیں شریعت تھی۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔"[۳۳]

۳۰۔ محمد احسان الحق سلیمانی، **رسول مبین ﷺ** (لاہور: مقبول اکیڈمی، دیال سنگھ منشن، شاہراہ قائد اعظم، ۱۹۹۳ء)، ۶۷۔ ۷۰۔

۳۱۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، **سیرت المصطفی ﷺ** (لاہور: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار، ۲۰۰۶ء)، ۱۸۹۔۱۹۰۔

۳۲۔ منصور پوری، **سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں**، ۵۵۔۵۶ ملخص۔

۳۳۔ کتاب **استثناء**، باب ۲۳: ۱۔۲۔

اس بشارت سے متعلق بھی متعدد علمانے اپنی تحقیقی آرا پیش کی ہیں جن کا ہم جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ اس عبارت کا پہلا حصہ "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔"

اس بشارت میں تین مقامات کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ کوہ سینا ۲۔ شعیر ۳۔ کوہ فاران

'کوہ سینا' جو کوہ طور کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہاں شریعت عطا ہوئی۔

'شعیر' اس پہاڑی سلسلے کا نام ہے جو عرب میں سب سے زیادہ طویل اور شام سے یمن تک شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقام پر انجیل سے نوازا گیا۔

'کوہ فاران' مکہ اور طور سینا کے درمیان واقع ہونے والا صحرا ہی صحرائے فاران ہے اور یہ ہرگز ثابت نہیں کہ مسیح علیہ السلام کے بعد اس جگہ کوئی کتاب نازل ہوئی یا کوئی اور نبی، لہٰذا کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے کا مطلب جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث فرمانا ہے۔ (۳۴)

قاضی سید سلیمان منصور پوری کے نزدیک 'کوہ فاران' سے مراد 'مکہ' ہی ہے۔ (۳۵)

اس مذکورہ بشارت کو تمنائے کلیم قرار دیتے ہیں اور فاران سے 'مکہ کی وادی' ہی مراد لیتے ہیں۔ (۳۶)

'کوہ فاران' پر سر سید تفصیلی اور مدلل بحث پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "اس آیت میں کوہ فاران سے خدا کا ظاہر ہونا اور شریعت کا اس کے ہاتھ میں ہونا بیان ہوا وہ علانیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور قرآن مجید کے نازل ہونے ہی کی بشارت ہے۔"

سر سید احمد خان اپنے اس دسویں خطبہ میں لکھتے ہیں: " مشرقی جغرافیہ دانوں کے بیان کے مطابق تین مقام بنام 'فاران' موسوم ہیں:

اول: وہ مقام اور اس کے گرد و نواح کے پہاڑ جہاں اب شہر مکہ واقعہ ہے۔ کیوں کہ اس زمانے میں وہ بیابان تھا۔

دوم: وہ پہاڑ یا گاؤں جو مشرقی مصر یا عرب الحجر میں واقعہ ہے۔

۳۴۔ عمران ثاقب، بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۱۷۔۱۲۵، ملخص۔

۳۵۔ منصور پوری، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، ۱: ۹۴۔

۳۶۔ غلام پرویز، معراج انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۱۔

سوم: ایک ضلع جو سمرقند کے نواح میں واقع ہے۔"

نیز سرسید لکھتے ہیں:" وادی حجاز اور وادی فاران دونوں ایک ہیں مگر عیسائی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور موقع فاران کی نسبت مفصل تین رائیں قرار دیتے ہیں:

اول: یہ کہ اس وسیع میدان کو جو بیر شیع کی شمالی حد سے کوہ سینا تک پھیلا ہوا ہے 'فاران' کہتے ہیں۔ اور اس کی حد عموماً اس طرح پر قرار دیتے ہیں۔

حد شمالی، کنعان حد جنوبی، کوہ سینا

حد غربی، ملک مصر حد شرقی، کوہ سعیر

دوم: یہ کہ قادیش جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کنواں کھدوایا جس کا نام بیر شیع تھا اور فاران دونوں ایک ہیں۔

سوم: یہ کہ فاران اس وادی کو کہتے ہیں جو کوہ سینا کے مغربی نشیب پر واقع ہے۔"

سید صاحب عیسائی علما کی تینوں توجیحات کو غلط قرار دے کر دلائل کے ساتھ ان کا رد پیش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:"عموماً عیسائی مؤرخ اس بات کو کہ فاران اور حجاز سے ایک ہی جگہ مراد ہے، تسلیم نہیں کرتے اس تسلیم نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو اس بات کو تسلیم بھی لازم آتی ہے کہ جو پیشین گوئی تورات میں فاران کی نسبت بیان ہوئی ہے بلاشبہ اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا مراد ہے۔"[۳۷]

طالب حسین کرپالوی صاحب مذکورہ بشارت کا حصہ 'دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا' (جو کہ اصل صحیح عبارت ہے) کی جگہ بائبل کی تحریف شدہ عبارت نقل کرتے ہیں یعنی 'لاکھوں قدوسیوں کے ساتھ آیا۔'[۳۸]

نیز 'کوہ فاران' پر کرپالوی صاحب نے وہ وضاحت بعینہ نقل کی ہے جو سرسید نے **خطبات احمدیہ** میں کی ہے۔[۳۹]

عہد نامہ قدیم کی کتاب استثنا کے باب ۳۳ کی آیت ۲۰۱ پر عبد الستار صاحب نہایت محققانہ تحریر پیش کرتے ہیں:

۳۷- سرسید احمد، **الخطبات الاحمدیہ**، ۲۲۸-۲۳۸ (ملخص)۔

۳۸- کرپالوی، **سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم زبور اور توریت کی روشنی میں**، ۳: ۹۸۔

۳۹- نفس مرجع، ۳: ۹۸-۱۰۹۔

کوہ سینا

کوہ سینا پر مختلف مغربی مفکرین اور انسائیکلوپیڈیاز کی شہادتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ 'سینائی' وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی اور وہیں آپ علیہ السلام کو احکام عشرہ اور شریعت کے دیگر قوانین عطا کیے گئے۔ چناں چہ 'خداوند سینا سے آیا' کا صریح طور پر یہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس جملے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ سینا پر نبوت دیے جانے کا ذکر ہے۔

کوہ شعیر

شعیر کوئی متعین اور منفرد شہر نہیں، بلکہ یروشلم کے مضافاتی اور قرب وجوار کے علاقے کا ایک مجموعی نام ہے۔ بلکہ یروشلم بھی 'شعیر' کی پہاڑی سطح مرتفع ہی کا حصہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا' کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور دعوت و تبلیغ ہی سے ہے۔ عبد الستار غوری لکھتے ہیں: "شریعت عطا فرمانے کا پہلا مرحلہ 'سینائی' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت تفویض کیے جانے کے ذریعے انجام پایا اور بنی اسرائیل کے لیے اس شریعت کی روح کی تکمیل کرنے کا دوسرا مرحلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 'شعیر' کے مقام پر نبوت سے سرفراز فرما کر طے کیا جانا تھا۔ لیکن کیوں کہ بنی اسرائیل اس سے مسلسل روگردانی اور بے اعتنائی اختیار کریں گے اس لیے ایک عالم گیر اور ابدی شریعت کوہ فاران پر جلوہ گر کر دی جائے گی۔"

کوہ سینا اور شعیر کے مقامات کی وضاحت کے بعد عبد الستار صاحب 'فاران' پر تفصیلی حقائق پیش کر کے یہ نکتہ اخذ کرتے ہیں: "اس بائبل کے مطابق 'فاران' کا محل وقوع خود بائبل کی زبان میں 'وہ بیابان' اور قرآن کے الفاظ میں وہ' وادی غیر ذی زرع' ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ آ کر قیام پذیر ہوئے تھے اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وہ جگہ حجاز کی سرزمین میں مکے کا شہر ہے اور یہاں سے جلوہ گر ہونے والی ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بابرکت ہے۔

آیت کا اگلا حصہ " دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منطبق ہوتی ہے کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں اپنے دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ چناں چہ تاریخ عالم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخصیت پر اس کا ذرا بھی طلاق نہیں ہوتا۔

آیت کا حصہ ' اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہے ' یہ بشارت بھی نبی ﷺ پر ہی صادق آتی ہے؛ کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آیا سوائے نبی آخر الزماں محمد ﷺ کے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ ﷺ ہی صاحب شریعت نبی ہیں اور شریعت محمدی ﷺ ہی پر 'آتشیں شریعت کا اطلاق ہو سکتا ہے کہ یہ ایک واضح، روشن اور محکم شریعت ہے۔" (۴۰)

دیگر علماے سیرت بھی کوہ فاران، سے ارض حجاز اور 'مکہ معظمہ' کا علاقہ ہی مراد لیتے ہیں۔ (۴۱)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لونڈی کی اولاد ہونا

حضور علیہ السلام نسل اسماعیل علیہ السلام سے تھے۔ اور یہ آخری نبی بنی اسماعیل سے مبعوث ہوا تھا جب کہ یہود وعیسائی آخری نبی کے بنی اسرائیل میں سے آنے کے منتظر تھے لیکن جب وہ نبی بنی اسماعیل سے مبعوث ہوا تو عیسائی علمانے بنی اسماعیل کا مرتبہ گھٹانے کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لونڈی کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ان کے اس اعتراض کی تردید ہمارے علمانے نہایت ہی خوب صورت انداز میں کی ہے۔

روایات بائبل جن سے یہ عیسائی علما حضرت ہاجرہ کا لونڈی ہونا ثابت کرتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

> سارہ دیکھ رہی تھی کہ ہاجرہ مصریہ کا بیٹا، جسے اس نے ابراہیم سے جنم دیا تھا، ٹھٹھے مارتا ہے، تب اس نے ابراہیم علیہ السلام سے کہنا شروع کر دیا کہ اس لونڈی اور اس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو، کیوں کہ ایک لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے یعنی اسحاق علیہ السلام کے ساتھ وراث نہیں بن سکتا۔ (۴۲)

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سارہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن ان کی ایک مصری خادمہ تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۔" (۴۳)

سرسید نے بیان کیا ہے کہ تورات میں کہیں بھی ثابت نہیں کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں۔ بلکہ حضرت ہاجرہ تو مصر کے پہلے فرعون رقیون کی بیٹی تھیں اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے ہم راہ مصر گئے تو فرعون نے جب ابراہیم علیہ السلام اور سارہ کی بزرگی دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ ہاجرہ کو ان کی تربیت میں دے دیا جائے۔ اور اگر بائبل کے مطابق: "وہ فرعون کی بیٹی تھی جب دیکھا ان کرامات کو جو بوجوہ سارہ واقع ہوئیں تو کہا بہتر ہے کہ

۴۰۔ عبدالستار غوری، **محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں** (لاہور: المورد، ۲۰۱۰ء)، ۵۹۔۸۵، ملخص۔

۴۱۔ منصور پوری، **رحمۃ للعالمین ﷺ**، ۱: ۹۴؛ غلام پرویز، **معراج انسانیت**، ۲۱؛ عمران ثاقب، **بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ**، ۱۱۷۔

۴۲۔ **کتاب پیدائش**، باب ۲۱: ۹۔۱۰۔

۴۳۔ نفس مصدر، باب ۱۶۔

میری بیٹی کا اس گھر میں خادمہ ہو کر رہنا زیادہ بہتر ہے اس سے کہ رہے یہ ملکہ بن کر۔“

اس روایت میں لونڈی کا لفظ استعمال ہوا تو لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے اور اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کسی لونڈی کی اولاد ہوتے تو ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف ہوتی کیوں کہ عرب میں رواج تھا کہ لونڈی کی اولاد کو اس کی ماں کی نسبت سے پکارا جاتا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت نہ کی جاتی۔ جس طرح توریت میں ہے: ”یہی سب قطورہ کی اولاد ہیں۔“ (۴۴)

اور اگر اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام لونڈی کی اولاد ہوتے تو حضرت سارہ کو وراثت میں حصہ داری کا خدشہ نہ ہوتا جب کہ انھوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وراثت سے بے دخل کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام لونڈی کی اولاد نہ تھے بلکہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ (۴۵)

اسی طرح قاضی سلیمان منصور پوری صاحب کی رائے میں اگر اس روایت کے مذکورہ الفاظ (لونڈی) جو حضرت سارہ کے منہ سے نکلے تھے تو شدت جذبات میں یہ الفاظ ایک سوتن کے دوسری سوتن کے لیے نکل سکتے ہیں اور یہ بالکل کم فہمی اور بد ذوقی ہوگی کہ انھیں تاریخی حقیقت سمجھ لیا جائے اور اس کے مقابلے میں مسلمہ تاریخی حقائق کو مسترد کر دیا جائے۔ (۴۶)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب لفظ ’لونڈی‘ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ” مصنف کتاب پیدائش کا (جو محققین کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد لکھی گئی) بغیر دلیل کے اتنا لکھ دینا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام، حضرت سارہ کی لونڈی تھیں اہل تحقیق کے نزدیک موجب حیرانی ہے۔ محققین اہل اسلام کے نزدیک حضرت ہاجرہ شاہی خاندان سے تھیں۔ چناں چہ علامہ قسطلانی **شرح صحیح بخاری** میں بصیغۂ جزم فرماتے ہیں: ”كان أبوها آجر من ملوك القبط“(۴۷) (یعنی حضرت ہاجرہ کا باپ ملوک قبط سے تھا۔)

۴۴۔ نفس مصدر، باب ۲۵: ۳۳۔

۴۵۔ سر سید احمد، **الخطبات الاحمدیہ**، ۱۲۴۔۱۳۰ (ملخص)۔

۴۶۔ منصور پوری، **رحمۃ للعالمین**، ۴۵۔۴۸ (ملخص)۔

۴۷۔ احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی، **إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري** (مصر: المطبعة الكبرى الاميرية، ۱۳۴۳ھ)، ۴: ۱۰۳۔

اور حدیث بخاری میں أخدمها هاجر [۴۸] آیا ہے۔ اس میں بھی حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے کی دلیل نہیں کیوں کہ (أخدمها هاجر) کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خدمت میں دے دیا اور قابل تعظیم بزرگوں اور پیش واؤں کے متعلق ایسا ہی محاورہ ہے۔ اس میں حضرت ہاجرہ کی شخصیت وحیثیت کے متعلق کوئی امر بھی فیصلہ کن نہیں ہے۔ اگر کوئی سسر اپنے واجب التعظیم داماد کے سامنے اپنی بیٹی کی بابت یہ کہہ دے کہ یہ آپ کی لونڈی ہے، یہ آپ کی خادمہ ہے بلکہ وہ بیوی اگر اپنے خاوند کو بزبان خود بھی کہے کہ میں آپ کی خادمہ یا لونڈی ہوں، تو یہ سب باتیں مجاز بہ سبیل تواضع ہوں گی نہ کہ حقیقت نفس الامری۔ [۴۹]

مولانا محمد احسان الحق سلیمانی اس مذکورہ روایت میں لفظ 'لونڈی' پر بحث کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اگر تورات کا بہ غور مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ لونڈی یا غلام کے لیے عبرانی میں تین لفظ استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ شیوب حرب: ان غلاموں لیے استعمال کیا جاتا ہے جو لڑائی میں قیدی بنائے گئے ہوں۔

۲۔ مقنت یابث: ان غلاموں یا لونڈیوں لیے آتا ہے جو زر خرید ہوں۔

۳۔ یلید یابث: ان بچوں پر بولا جاتا ہے جو کسی غلام یا لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں۔

حضرت ہاجرہ کے لیے تورات میں ان متذکرہ الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی استعمال نہیں ہوا۔ تورات میں حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو جس لفظ سے یاد فرمایا تھا وہ عبرانی میں 'آمتی' ہے۔ جو عربی لفظ 'امۃ' کا ہم معنی ہے۔ اس کا ترجمہ 'خادمہ' کیا جا سکتا ہے۔ اور خادمہ کی حیثیت یہ ہے کہ تو 'زر خرید' ہے، نہ کسی 'لونڈی یا غلام' کے بطن سے پیدا ہوئی ہے اور نہ مال غنیمت کا مال ہے۔ اس کی حیثیت عرفی ہے۔ موجودہ تورات کی تحریروں کے سیاق وسباق میں حضرت ہاجرہ کا مقام 'راخل' اور 'لیاہ' کی نسبت جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیگمات ہیں، زیادہ بلند، پر وقار اور قابل عزت ہے۔ یہ اس لیے کہ ان بزرگ خواتین نے اپنے لونڈی ہونے کا خود اعتراف کیا ہے۔ [۵۰]

اور ایک مسلمان کے عقیدے کے مطابق حضرت راخل اور حضرت لیاہ اتنی ہی معزز محترم ہیں جتنی حضرت ہاجرہ ہیں۔ اگر حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہے تو راخل اور لیاہ کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے

۴۸۔ محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب إذا قال أخدمتك هذه الجارية على ما يتعارف الناس فهو جائز (بیروت: دار ابن کثیر، ۲۰۰۷ء)، رقم: ۲۶۳۵۔

۴۹۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، **سیرۃ المصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۷۹ء)، ۴۷-۵۰، ملخص۔

۵۰۔ **کتاب پیدائش**، باب ۳۱: ۱۴-۱۵۔

قوی نسبت ہے۔ لیکن اگر وہ لونڈی ہونے کے باوجود قابل احترام ہیں تو حضرت ہاجرہ کیوں نہیں جو کبیرہ مصر ہیں، آزاد ہیں اور ام المسلمین ہیں۔ (۵۱)

'وہ نبی'

انجیل یوحنا اس بات پر گواہ ہے کہ مسیحؑ کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصیتوں کے منتظر تھے۔ ایک مسیح، دوسرے ایلیاہ (حضرت الیاس) اور تیسرے وہ نبی۔ انجیل کے الفاظ ہیں:

> اور یوحنا (حضرت یحیٰ علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تو اس نے اقرار کیا اور نہ انکار کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ انھوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ انھوں نے اس سے پوچھا کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انھوں نے اس سے کہا پھر تو کون ہے؟ اس نے کہا میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔۔ انھوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیاہ، نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (۵۲)

اہل اسلام کے تمام علما اس روایت میں 'وہی نبی' سے مراد نبی آخر الزماں کی ذات کو ہی لیتے ہیں کیوں کہ بنی اسرائیل حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے علاوہ ایک اور نبی کے منتظر تھے وہ حضرت یحیٰ نہ تھے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ (۵۳)

طالب حسین کرپالوی صاحب 'وہی نبی' کی توضیح یوں کرتے ہیں کہ عربی بائبلوں میں 'وہ نبی' کی جگہ النبی معروف بہ الف لام العہد لکھا ہے۔ فارسی بائبلوں میں 'وہ نبی لیے' 'پیغمبر' تحریر ہوا ہے۔ قرآن مجید میں بھی خداوند کریم نے متعدد مقامات پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو 'النبی' سے ہی یاد اور خطاب فرمایا۔ مگر خصوصیات کے ساتھ قرآن مجید کی دو سورتیں "یا أیہا النبي" سے شروع ہوتی ہیں ایک سورۃ طلاق اور دوسری سورۃ تحریم۔

نصاریٰ اس بات کے قائل اور معتقد ہیں کہ مسیح کے بعد خدا نے کسی نبی یا رسول کو نہیں بھیجا۔ یوحنا کے مذکورہ بالا کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو نبی آنے والے تھے ایک الیاس اور دوسرے وہ نبی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آگے آچکے ہیں۔ چناں چہ انجیل میں لکھا ہے:" پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا ہے لیکن انھوں نے اس کو پہچانا نہیں۔ بلکہ جو چاہا اس

۵۱- سلیمانی، **رسول مبین صلی اللہ علیہ وسلم**، ۹۴- ۹۷۔

۵۲- **انجیل یوحنا**، باب ۱: ۱۹- ۲۵۔

۵۳- ابو الاعلیٰ مودودی، **سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم**، ۱: ۱۳۸؛ کاندھلوی، **سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم**، ۱۸۵- ۱۸۶۔

کے ساتھ کیا اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائے گا۔" (۵۴)

چناں چہ جس 'وہ نبی' کا انجیل یوحنا میں ذکر آیا ہے وہ بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ملک عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام سے مبعوث ہوئے تھے۔ (۵۵)

وادی سلع

عہد نامہ قدیم کی کتاب یسعیاہ میں آتا ہے:

" قیدار کے آباد گاؤں اپنی آوازیں بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں۔" (۵۶)

اس روایت کو جتنے بھی علمائے سیرت نے نقل کیا ہے ان سب نے باتفاق سلع کے بارے میں یہ بات کہی ہے کہ انبیائے سابقین کی کتابوں میں مدینہ منورہ کا نام 'سلع' ہے۔ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:"جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں پر ایک ٹیلہ ہے۔ جس کو اہل مدینہ سلع کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ کی بچیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال گیتوں سے کیا۔" (۵۷)

ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"اے دوانیوں کے قافلو تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔ کیوں کہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیوں کہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔" (۵۸)

۵۴۔ **انجیل متی**، باب ۱۷: ۱۲۔

۵۵۔ منصور پوری، **سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بائبل کی روشنی میں**، ۱: ۷۳۔ ۷۴۔

۵۶۔ **یسعیاہ**، باب ۴۲: ۱۱۔

۵۷۔ منصور پوری، **رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم**، ۹۵؛ کرپالوی، **سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم زبور اور توریت کی روشنی میں**، ۱: ۴۱؛ عمران ثاقب، **بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، ۲۰۹؛ کاندھلوی، **سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم**، ۱۹۰؛ منصور پوری، **سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بائبل کی روشنی میں**، ۸؛ سلیمانی، **رسول مبین صلی اللہ علیہ وسلم**، ۲۱۵۔

۵۸۔ **یسعیاہ**، باب ۲۱: ۱۳۔ ۱۶۔

کرپالوی اس پیشین گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ مندرجہ بالا پیشین گوئی ہمارے نبی آخر الزماں سرور کونین ﷺ کے متعلق ہے، کیوں کہ عرب میں آپ ﷺ ہی تشریف لائے اور مکہ و مدینہ عرب میں ہیں۔ ان آیات میں آپ ﷺ کی ہجرت کا تذکرہ ہے۔ اس عبارت کی آیت نمبر ۱۳ میں دوانیوں اور ۱۴ میں تیما والوں کا تذکرہ ہے۔ دوانی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہیں کیوں کہ دوان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یقسان کے بیٹے کا نام ہے، دوان کے دوسرے بھائی کا نام سباہ۔ سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی وہ اوس اور خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انھی میں سے ہیں۔ اور 'تیما' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آٹھویں صاحب زادے کا نام ہے جن کی اولاد مدینہ منورہ کے عقب میں آباد ہوئی اور آیت ۱۶ میں قیدار کی حشمت کا جو تذکرہ ہے اس سے مراد قریش ہیں۔ کیوں کہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انھی کی نسل سے ہیں۔" "قیدار کی حشمت جاتی رہنے کا بیان یوں ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد غزوہ بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا جس میں قریش (قیدار) کے نام ور سردار اور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب داب، عظمت و حشمت کو عظیم نقصان پہنچا۔[۵۹]

اس عبارت میں "روٹی لے کر بھاگنے والے"، کی بابت ابراہیم میر سیالکوٹی یوں لکھتے ہیں:

سفر ہجرت میں آنحضرت ﷺ مع ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روٹی ہی لے کر نکلے تھے۔ چناں چہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی اسماء نے اپنی کمر کی پیٹی کے دو ٹکڑے کر کے زاد راہ کے تھیلے کو باندھا جس سے ان کا نام ذات النطاقین پڑ گیا۔ اور "تلواروں اور کمانوں اور جنگ کی شدت سے بھاگنے" کا بیان یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کے وقت کفار کی ایسی ہی سرگرمیوں کی حالت سے نکلے تھے جب کہ قریشیوں نے آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور "مزدوروں کے برسوں" سے مراد نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب ہیں کیوں کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی ﷺ مٹی اور پتھر ڈھونے کا کام کرتے رہے۔ پس مندرجہ بالا آیات کا سرکار دو عالم ﷺ کی ہجرت کے واقعہ کے نقشہ کو عیاں کرتی ہیں۔[۶۰]

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے برکت کا وعدہ

خداوند بزرگ و برتر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے برکت کا وعدہ کیا۔ بائبل میں یوں درج ہے:

"اسماعیل علیہ السلام کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں ایک بڑی قوم بناؤں گا۔"[۶۱]

اس بشارت کے بارے میں سر سید احمد خان اور دیگر علما نے تفصیلی بحث کی ہے اور سب کا موقف تقریباً

۵۹۔ کرپالوی، مرجع سابق، ۳: ۴۰۔ ۴۱۔

۶۰۔ سیالکوٹی، سیرت المصطفیٰ ﷺ، ۱۹۲۔

۶۱۔ کتاب پیدائش، باب ۱۸: ۲۰۔

ایک ہی ہے۔

اس آیت کے تین حصے اہم ہیں:

۱۔ میں نے اسے برکت دی۔

۲۔ اسے بار آور کیا اور اسے بہت کچھ فضیلت دی۔

۳۔ اس کو بڑی قوم کروں گا۔

سرسید احمد خان کی رائے میں اس روایت میں محمد ﷺ کی صریح بشارت موجود ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برکت دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس طرح سے پورا ہوا کہ محمد ﷺ کو جو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے تمام دنیا کے لیے دنیا کے ختم ہونے تک نبی مقبول مقرر کیا۔ سرسید اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

> بارہ سرداروں سے مراد ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے اور وہ بمنزلہ بارہ بادشاہوں کے تھے (حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ان بارہ بیٹوں اور ان کے شجرہ پر تفصیلی بحث خطبہ میں موجود ہے۔) آیت کا حصہ "میں نے اس کو برکت دی اور برومند کیا" سے مراد یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام سے خدا نے برکت کا جو وعدہ کیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سب سے آخر میں ایک پیغمبر آخر الزماں ﷺ مبعوث کر کے پورا کیا اور تمام دنیا کو اس سے برکت دی۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے اس نبی ﷺ نے ملک فتح کیے اور وسیع سلطنت پر اپنی جاہ و حشمت قائم کی پس یہ بشارت نبی آخر الزماں ﷺ پر ہی صادق آتی ہے۔[۶۲]

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محمد ﷺ

> میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں۔ جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔ اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصّع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا محبوب ہے۔ یہ ہے میرا پیارا۔[۶۳]

عہد نامۂ قدیم کی اس عبارت کا مصداق علما و محققین نے نبی آخر الزماں ﷺ ہی کی ذات اطہر کو قرار دیا ہے۔ بعض مسیحی علما اس گیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ایک پیشن گوئی قرار دیتے ہیں لیکن ہمارے مسلمان

۶۲۔ سرسید احمد، **الخطبات الاحمدیہ**، ۳۲۱۔ ۳۲۳؛ کرپالوی، **سیرت النبی ﷺ زبور اور توریت کی روشنی میں**، ۳: ۹۱۔ ۹۳؛ منصورپوری، **سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں**، ۸۵؛ سلیمانی، **رسول مبین ﷺ**، ۵۹۔ ۶۰۔

۶۳۔ **غزل الغزلات**، باب ۵: ۱۰۔ ۱۶۔

علما کی غیر جانب دارانہ تحقیق سے اس کی قطعی طور پر کوئی تائید نہیں ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مدحیہ گیت کو کئی علماے سیرت نے اپنی کتب میں نقل کر کے اس پر اپنی تحقیقی آرا پیش کی ہیں۔

عبد الستار غوری صاحب نے اس عبارت کے ہر جملے کے ایک ایک لفظ پر تفصیلی تحقیقی بحث پیش کی ہے۔ ہر لفظ کا اصل عبرانی لفظ بیان کیا گیا ہے اور پھر سٹرونگ کی لغت سے اس عبرانی لفظ کے معنٰی کی وضاحت کی ہے اور اس بشارت کی تائید میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کا اسلوب اپنایا ہے۔

عبارت کا پہلا جملہ ' میرا محبوب سرخ وسفید' ہے۔

اس کی اصل عبرانی عبارت ہے:"دودی صاح ودادوم" جملے کا پہلا لفظ 'دود' ہے۔ جو بہت اہم ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنٰی ' محبوب' کے ہیں اور یہ لفظ غیر مبہم طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت میں مندرجہ ذیل معنٰی بیان ہوئے ہیں:

Lover, Friend, beloved, esp, an uncle, father, brother

"محبت کرنے والا، دوست، محبوب، خصوصاً چچا یعنی باپ کا بھائی۔"

لفظ 'دود' کے یہ معنٰی بائبل کے بعض مفسرین کے اس پیشین گوئی کے حضرت مسیح علیہ السلام پر اطلاق کو بدیہی طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جد اعلیٰ حضرت اسحاق تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان (اسحاق علیہ السلام) کے بڑے بھائی تھے۔ اس طرح اس پیشین گوئی کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ممکن نہیں۔ بائبل کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا۔ آپ علیہ السلام کنواری مریم سے معجزانہ طور پر بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ ان کا والد کی طرف سے تو کوئی رشتہ بنتا ہی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی حضرت اسحاق علیہ السلام ہی کی نسل سے ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے کسی بھائی کی نسل سے۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح بھی اس آیت کے لفظ ' محبوب' (دود) کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جد اعلیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے بھائی ہونے کے ناتے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بزرگ چچا ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس طرح لفظ (دود) کی رو سے یہ لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے متعلق ہے۔

عبارت کے لفظ" میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔" اس میں رنگت کا بیان ہے۔ عبرانی زبان میں 'سرخ وسفید کے لیے "صاخ وادوم" کے الفاظ آئے ہیں۔ سٹرونگ کے بائبل کے عبرانی الفاظ کے لغت کے لحاظ سے پہلے

لفظ "صاخ" کے معنٰی چمک دار کے ہیں اور "ادوم" کے معنٰی گلابی اور سرخ رنگ کے ہیں۔

صاحب کتاب عبد الستار صاحب اس عبارت کا عبرانی ترجمہ اور پھر سٹر ونگ کی لغت سے اس کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد آں حضرت ﷺ کے حسن مبارک اور چہرہ اطہر کی رنگت بیان کرنے میں احادیث نبویہ ﷺ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ نکتہ اخذ کرتے ہیں:

"آپ ﷺ کے چہرے میں سرخی، چمک، حسن اور سفیدی کا حسین امتزاج موجود تھا۔ جو پیشین گوئی کے عبرانی الفاظ کا ہو بہو عکاسی کرتا ہے۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف کا بیان اول تو بہت کم دست یاب ہے تاہم جو کچھ محفوظ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان الفاظ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ میتھو ہنری اپنی 'تفسیر بائبل (۴: ۸۵۱) میں لکھتے ہیں:

Nay, he had no from nor comliness, Isa ,Liii

"نہ آپ علیہ السلام کے خدوخال جاذب نظر تھے اور نہ آپ علیہ السلام حسین و دل نشین تھے۔" (۶۴)

۲۔ پیشین گوئی کا اگلا جملہ ہے " وہ دس ہزار میں ممتاز ہے" اصل عبرانی الفاظ کا تلفظ ہے۔ (رجول مع ربوبہ) یعنی دس ہزار کی فوج کا سربراہ، یہ الفاظ محمد ﷺ کی فتح مکہ کے علاوہ کسی چیز پر صادق نہیں آتے۔

۳۔ اگلی آیت کا پہلا جملہ ہے " اس کا سر خالص سونا ہے" اس سے مراد اقتدار اور بادشاہی ہے۔ جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کا تعلق ہے۔ آپ علیہ السلام کو اپنی زندگی میں کبھی قوت و اقتدار نصیب ہی نہیں ہوا۔ جب کہ محمد رسول ﷺ کو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی پوری ریاست پر قوت اقتدار حاصل تھا۔ جو بعد میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر حاوی ہو گیا۔

۴۔ آیت کے اگلے الفاظ ہیں " اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں" پیچ در پیچ کے لیے عبرانی میں "تال تال" کا لفظ آیا ہے۔ سٹر ونگ کی ڈکشنری میں اس کے معنٰی "ایک کٹی ہوئی شاخ" ہیں۔

"کوے سے کالی" کے لیے عبرانی میں "سحر" کا لفظ آیا ہے۔ یہ وہی عربی لفظ ہے جس کے معنٰی ہیں "پو پھٹنے سے پہلے کا وقت" سٹر ونگ کی لغت میں اس کے معنٰی ہیں صبح سویرے روشنی پھیلنے سے پہلے کی تاریکی، یا صبح سویرے کسی کام کے لیے اٹھنا۔ دوسرا لفظ "کوا"، عبرانی میں اس کے لیے "عرب یا عراب" کا لفظ آیا ہے اور اس کے معنٰی "عرب کا باشندہ" بھی ہیں اور دھندلا یا کالا ہونا بھی۔ اس کے

۶۴۔ غوری، **محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں**، ۴۔۷، ملخص۔

ایک معنیٰ 'کوا' بھی ہیں۔

عبد الستار غوری صاحب لکھتے ہیں کہ بائبل کے مترجمین کو یہاں "عرب کا باشندہ" لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا تو انھوں نے اس کے معنیٰ 'کوا' لکھ دیے۔ حالاں کہ پہلی ترجیح 'عرب' کو دی جانی چاہیے تھی۔

اس طرح بائبل کی عبارت "اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی کالی ہیں" کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کی زلفیں کالی ہیں ان میں ہلکا سا گھونگر ہے اور وہ ملک عرب کا باشندہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کسی طرح ممکن نہیں۔ کیوں کہ ان کی زلفوں کے متعلق تو بائبل کتاب مکاشفہ (۱: ۱۴) میں صاف لکھا ہے: "اس کا سر اور بال سفید بلکہ برف کی مانند سفید تھے۔"

یہاں پر بھی صاحب کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائص کا بیان میں احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف بہ حرف اس پیشین گوئی کا اطلاق ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے کسی بھی طرح سے مصداق نہیں ہیں۔

۵- آیت ۱۲ میں حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں: "اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔" اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو کبوتروں کی آنکھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سٹرونگ کی ڈکشنری میں اس کے معنیٰ مخمور، شراب کا نشہ ہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے لیے "احور" کا لفظ استعمال ہوا۔ جس کا مطلب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی ایک دوسرے سے ممتاز تھی اور یہ اوصاف عبارت کے پہلے حصے کے عبرانی الفاظ کے کامل عکاسی کرتے ہیں۔

۶- آیت ۱۳ میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کے رخساروں اور ہونٹوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔" کنگ جیمز روشن کے الفاظ میں:

His cheeks are as a bed of Spices, as sweet flowers, his lips like lilies, dropping sweet smelling myrrh

"رخسار" کے لیے عبرانی میں "لحی" کا لفظ ہے۔ سٹرونگ کے لغت میں اس کے معنیٰ "نرم ہونا یا نرم و گداز" ہونا ہے۔

اگلا لفظ (Bed) ہے۔ جس کے لیے عبرانی بائیل میں "عروجا" کا لفظ آیا ہے۔ سٹرونگ کی لغت میں اس

کے معنیٰ ہیں ”ڈھیر یا تختہ‘ Spices جس کے لیے عبرانی میں ”بسم“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنیٰ میں مصالحہ جات، خوش بو، شیریں خوش بو ہیں۔

چوتھا لفظSweet ہے۔ اس کے لیے عبرانی میں ’مرقہ‘ کا لفظ آیا ہے۔ سٹرونگ کی ڈکشنری میں اس کے معنیٰ ’خوش بودار جھاڑی کے ہیں‘ عبارت کا آخری اہم لفظFlower یا پھول ہے۔ عبرانی میں اس کے لیے ”مجدل“ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنیٰ سٹرونگ کی لغت میں پھولوں کی کیاری ہیں۔

لغوی تحقیق کے نتیجے میں عبارت کے اس حصے کا مطلب اس طرح بنتا ہے:” اس کے ابھرے ہوئے پر گوشت اور نرم وملائم رخسار اور ان پر گھنی داڑھی یوں لگتی ہے جیسے خوش بو کا ڈھیر ہو، جس کو عمدہ خوش بو والے عطریات میں بسایا گیا ہو۔ وہ چھوٹی چھوٹی خوش بودار جھاڑیوں کے تختوں کے مانند ہیں اور خوش بودار پھولوں کے اہرام کی ایک ڈھیر جیسے ہیں۔“ یہ عبارت بھی محمد ﷺ کے اوصاف کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ آیت کا دوسرا حصہ ہے ”اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے“ ’ہونٹ‘ کے لیے عبرانی میں (شفہ) کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنیٰ سٹرونگ ڈکشنری میں گفت گو اور بات چیت کے ہیں۔ اگلا اہم لفظ ’سوسن‘ ہے۔ سٹرونگ لغت میں اس کے معنیٰ (چمک دار) درج ہیں۔ اگلا لفظ ’ٹپکتا‘ ہے۔ اس کے لیے عبرانی میں (نطف) کا لفظ آیا ہے۔ سٹرونگ کے تحت معنیٰ ’قطروں کی صورت میں گرنا‘ ہیں۔ آخری لفظ ’مُر‘ ہے۔ اور اس کے معنیٰ ’کڑوا ہونا یا بتانا‘ ہیں۔ اصل عبرانی الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے آیت کے اس حصے کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے:” اس کے ہونٹ سوسن کے پھول کی طرح چمک دار ہیں اور خوب صورت ہیں ان سے جو ہر مسرت، مبارک اور روشن الفاظ بر آمد ہوتے ہیں، وہ سراسر الہام اور نبوت پر مبنی ہیں۔“

۸۔ پیشین گوئی کی آیت ۱۴ میں بیان کیا گیا ہے” اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں، اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہیں۔“ ’ہاتھ‘ کے لیے عبرانی میں (ید) کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی کھلا ہوا ہاتھ ہیں۔ جو طاقت واقتدار پر دلالت کرتا ہے۔ اگلا لفظ ’سونا‘ ہے جس کے لیے عبرانی میں (فاز یا فیض) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ سٹرونگ کی لغت میں اس کے معنیٰ ’دریا، ندی، خالص‘ کے ہیں۔

اصل عبرانی الفاظ کے مفہوم و معنیٰ کے پیش نظر اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا:” اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ اس کے ذہن، قوت، اقتدار اور سخاوت کی علامت ہیں۔ عملی اور ظاہری طور پر وہ صاف، چمک دار،

نرم اور ملائم اور سونے کی طرح ہیں۔" آیت کا یہ فقرہ "اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا ہے' جس پر نیلم کے پھول بنے ہیں۔" عبرانی میں پیٹ کے لیے (معا) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ نرم، ملائم ہونا ہے۔ ان الفاظ و معنیٰ کی روشنی میں آیت کے اس حصے کا مطلب یہ ہے: "اس کا پیٹ نرم اور چمک دار ہے۔ یہ ہاتھی دانت کی طرح چمک دار سفید ہے۔ اس پر سفیدی مائل نیلگوں، بھورے بھورے بال ہیں جو کسی سفید، چمک دار اور نرم و ملائم سطح پر نیلم کے نگینوں کی طرح ہیں۔"

۹۔ پیشین گوئی کی آیت نمبر ۱۵ میں بیان کیا گیا ہے: "اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں، وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے" مؤلف عبد الستار غوری اس عبارت کو الفاظ کا یہ جامہ پہناتے ہیں: " قبیلہ قیدار کا یہ عظیم الشان چیدہ اور ممتاز شخص اور اس کی زبان سے ادا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا موثرہ نا قابل تسخیر اور شیریں کلام، نفع بخش، فیض عام کا سر چشمہ اور دیودار کے درخت کی طرح مجسم حسن وخوبی ہے۔ وہ اتنا باوقار اور پیارا آنکھ کا تارا ہے جیسے خوش بو میں بسی، خوش منظر، مضبوط اور توانا، نرم و ملائم دیودار کی کڑی ہوتی ہے۔ اس کی جڑ کی گرفت مضبوط ہے۔ اس کی شاخیں دور ونزدیک تک پھیلی ہوئی ہیں وہ بے انتہا دل نواز، دل خوش کن اور چاہت کا مرکز ہے۔"

۱۰۔ اس عبارت کی آخری یعنی سولھویں آیت ہے: "اس کا منہ از بس شیریں ہے، ہاں! وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا" آیت کا پہلا جملہ ' اس کا منہ از بس شیریں ہے' بائبل کے تقریباً تمام مفسرین نے ' منہ' سے مراد 'کلام لیا ہے اور رسول ﷺ سے ہمیں دو طرح کا کلام ملا ہے۔ ایک 'کتاب اللہ' اور دوسرا 'حدیث' آیت کا اگلا جملہ ہے " وہ سراپا عشق انگیز ہے" جس کے لیے عبرانی میں (واکلّوا محمدیم) کے الفاظ آئے ہیں۔ عشق انگیز کے لیے انگریزی تراجم میں Lovely یا Desirable وغیرہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اصل عبرانی بائبل میں آج بھی اس کے لیے 'محمدیم' کا لفظ موجود ہے۔ عبرانی عبارت ' واکلّوا محمدیم' کے معنیٰ ہیں ' وہ سراپا عظیم ہے' اس سلسلے میں چند باتیں توجہ طلب ہیں: پہلی بات تو یہ ہے کہ عبرانی بائبل میں یہ واحد مقام ہے جہاں 'محمدیم' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بائبل میں کسی اور جگہ 'محمدیم' کا لفظ نہیں آیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عبرانی لفظ 'محمدیم' چھ حروف (م، ح، م، د، ی، م) پر مشتمل ہے۔ آخری دو حرف (ی اور م) جمع کی علامت ہیں۔ جمع کا یہ صیغہ تعداد کی کثرت کے لیے نہیں بلکہ عظمت و تکریم کے لیے آیا ہے۔ موقع و محل کی مناسبت سے اس کی ایک نہایت عمدہ مثال لفظ (الوہیم) ہے جو عبرانی بائبل میں اللہ تعالیٰ کے نام کے

لیے مستعمل ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ یہودی ایک توحید پرست قوم ہے، جس کا اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر غیر متزلزل ایمان ہے۔

دیکھنے کی بات ہے کہ اس لفظ کا واحد کا صیغہ 'الوھ' بھی موجود ہے جو بہ کثرت استعمال بھی ہوتا ہے، لیکن بائبل میں بالعموم اس کا جمع کا صیغہ یعنی 'الوھیم' ہی جمع تعظیمی کے طور پر مستعمل ہے۔ پس اس مقام پر بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سب ذی قدر اور عظیم الشان ہونے اپنے محبوب کے اس نام کو بھی صیغہ جمع کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اور سچ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون شخص 'محمدیم' کہلانے کا مستحق ہے۔ (۶۵)

عبد الستار غوری صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس بشارت پر تفصیلی محققانہ تحریر پیش کی ہے اور اردو عبارت کا اصل عبرانی الفاظ سے تقابل پیش کیا ہے نیز سٹرونگ کی لغت سے عبرانی الفاظ کے درست معنیٰ اخذ کر کے عبارت کو صحیح مفہوم بیان کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و شمائل کے بیان میں احادیث مبارکہ سے بھی کثرت سے استدلال کیا ہے۔

سر سید احمد خان نے **خطبات احمدیہ** میں مذکورہ بشارت نقل کر کے صرف لفظ محمدیم پر وہی بحث کی ہے جو عبد الستار نے اس ضمن میں پیش کی ہے۔ (۶۶)

اور طالب حسین کرپالوی صاحب بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی مذکورہ بالا بشارت کو درج کرتے ہوئے 'محمدیم' ہی کے لفظ پر بحث پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ (۶۷)

حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت

حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں انجیل لوقا میں یوں بیان ہے:

یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں ابیاہ کے فریق میں سے زکریا نامی ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی۔ اور اس کا نام الیشبع تھا۔ اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکام و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے اور ان کے اولاد نہ تھی کیوں کہ الیشبع بانجھ تھی اور دونوں عمر رسیدہ تھے۔ (۶۸)

"خداوند کا فرشتہ خوشبو کے مذبح کی داہنی طرف کھڑا ہوا اس کو دکھائی دیا۔ اور زکریا دیکھ کر گھبرایا اور

۶۵- غوری، نفس مرجع، ۳-۲۶، ملخص۔

۶۶- سر سید احمد، **الخطبات الاحمدیہ**، ۳۳۹۔

۶۷- کرپالوی، **سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم زبور اور توریت کی روشنی میں**، ۳: ۱۰۹۔

۶۸- **انجیل لوقا**، باب ۱ : ۵-۷۔

اس پر دہشت چھا گئی مگر فرشتہ نے اس سے کہا' اے زکریا! خوف نہ کر کیوں کہ تیرے دعا سن لی گئی ہے اور تیرے لیے تری بیوی الیشبع کے بیٹا ہو گا تو اس کا نام یوحنا (یحییٰ) رکھنا۔"(۶۹)

ان دنوں کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوئی۔(۷۰)

"اور الیشبع کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا اور اس کے بیٹا ہوا اور اس کا نام باپ زکریا رکھنے لگے۔ مگر اس کی ماں نے کہا نہیں اس کا نام یوحنا رکھا جائے۔" (۷۱)

جمال مصطفیٰ ﷺ میں منقول انجیل لوقا کی ان مذکورہ بالا روایات پر بحث کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ عبد العزیز عرفی صاحب کی سیرت پر لکھی گئی کتاب **جمال مصطفیٰ ﷺ** میں سیرت مبارکہ کے واقعات کو قرآن کی سورتوں کی ترتیب نزولی کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ایک منفرد اور انوکھی ترتیب ہے۔ عبد العزیز عرفی صاحب نے سورت کا ترجمہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حاشیہ میں سیرت طیبہ ﷺ کے واقعات بیان کرتے چلے جاتے ہیں نیز بائبل کی جن روایات کو آیات قرآنیہ اور واقعات سیرت کے مماثل پاتے ہیں ان روایات کو بھی نقل کرتے جاتے ہیں۔

یہاں بھی **انجیل لوقا** کی جن روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ اصل میں سیرت کی اس کتاب میں سورۂ مریم میں مذکور حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے قصے کے بیان میں درج کی گئی ہیں۔ ذیل میں سورۂ مریم کی ان ابتدائی نو آیات کا ترجمہ دیا جارہا ہے جو انجیل میں مذکور حضرت زکریا علیہ السلام کے قصے کی تائید کرتی ہیں۔

"کھیعص! یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی اس مہربانی کا جو اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی، جب انھوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔ عرض کیا: 'اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور سر ہے کہ بڑھاپے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے۔ میرے پروردگار! میں! تیری جناب میں دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا فرما جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے میرے پروردگار! اس کو مقبول خاص وعام بھی کر۔ (جواب ایزدی آیا)

۶۹۔ نفس مصدر، باب ۱: ۱۱۔۱۴۔

۷۰۔ نفس مصدر، ۲۴۔

۷۱۔ نفس مصدر، ۵۷۔ ۶۱۔

اے زکریا! ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔ زکریا نے بہ تقاضائے بشریت عرض کیا اے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ میری بیوی تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں۔ ارشاد ہوا: ایسا ہی ہوگا۔ اور یہ تمھارے پروردگار کا فرمان ہے کہ تم کو اس عمر میں بیٹا دینا ہمارے لیے آسان ہے اور اس سے پہلے تم ہی کو ہم نے پیدا کیا۔ حالاں کہ تم کچھ بھی نہ تھے۔"

عبد العزیز عرفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے جو بات قرآن بیان کرتا ہے وہی بات انجیل بیان کر چکی تھی اور جب حضرت جعفر بن ابی طالب نے سورۂ مریم کی آیات کو دربار نجاشی میں قراءت فرمایا تو نجاشی کے چہرے کے تاثرات تھے جو اس امر کی نشان دہی کر رہے تھے کہ اس کا استغراق اس کو کہیں اور لے گیا ہے۔ یعنی نجاشی حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ۔ جو سورۂ مریم میں آیا ہے، پہلے ہی انجیل سے سن چکا تھا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سننے کے بعد نجاشی نے جو جملہ کہا وہ یہ تھا۔

"یقیناً یہ کلام جو تم نے پڑھا ہے اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے دونوں ایک ہی چشمے سے نکلے ہیں۔" (۷۲)

کونے کے سر کا پتھر

"جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کے سر کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے ان کو دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اس کو پیس ڈالے گا۔" (۷۳)

جناب خالد مسعود صاحب لکھتے ہیں: "اس اقتباس میں کچھ باتیں ایسی نمایاں ہوتی ہیں جو آنے والے نبی کی علامت ہیں مثلاً

۱۔ قصرِ نبوت کی تعمیر میں جو لوگ نظر انداز ہوئے ان میں یہ پیغمبر آئے گا۔ دیکھا جائے تو بنی اسماعیل علیہ السلام میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی رسول معبوث نہیں ہوا تھا جب کہ بنی اسرائیل میں پے درپے بہت نبی آئے۔

۲۔ جو نبی مبعوث ہوگا وہ قصر نبوت کے کونے کا پتھر ہوگا۔ یعنی وہ آخری پیغمبر ہوگا جس پر نبوت کامل ہو جائے گی اور اس کے بعد کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۷۲۔ عبد العزیز عرفی، **جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** (کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۸۱ء)، ۱: ۱۹۰۔ ۱۹۹۔

۷۳۔ **انجیل متی**، باب ۲۱: ۴۲۔ ۴۴۔

چناں چہ حضرت محمد ﷺ پر یہ پیشین گوئی صادق آئی؛ کیوں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ آپ ﷺ پر نبوت کامل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنا دین مکمل کر دیا اور آپ ﷺ رہتی دنیا تک کے لیے نبی ہیں۔''(۷۴)

حکیم محمد عمران ثاقب صاحب انجیل کی اس مذکورہ عبارت کے جز 'کونے کے سرے کا پتھر' سے یہ توجیہ پیش کرتے ہیں: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی عظمت میں کمی کی گئی تھی انھی کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے سرور دو عالم ﷺ کو بھیجا اور اس خاندان کو ہی کونے کے سرے کا پتھر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اپنے اس موقف کے استدلال میں مصنف مسلم واحمد کی دو احادیث بھی نقل کرتے ہیں: ''انا اللبنة وأنا خاتم النبيين''(میں نبوت کی آخری اینٹ یعنی کونے کے سرے کا پتھر ہوں۔)

'' فجئت أنا و أتممت تلك اللبنة'' (میرے آنے سے وہ کمی پوری ہوگئی جو کونے کے پتھر کی جگہ باقی تھی۔)(۷۵)

بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اس مصنف کی رائے میں یہ پیشین گوئی پیغمبر دوجہاں ﷺ کے بارے میں ہے اور مؤلف نے اپنے موقف کی دلیل میں دو احادیث بھی نقل کی ہیں لیکن ان احادیث کے حوالہ جات بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

جناب طالب حسین کرپالوی صاحب کے بیان کے مطابق جس پتھر کو معماروں نے رد کیا تھا وہ اولاد اسماعیل علیہ السلام تھی جن کو یہود انتہائی حقیر سمجھتے تھے اور وہی لوگ نبی اکرم ﷺ کے فیض تربیت سے اقوام عالم کے بادشاہ بنے اور جو ان سے ٹکرایا پاش پاش ہوا اور جس پر وہ ٹوٹ کر گر پڑے اس کو پیس کر رکھ دیا اور یہ انقلاب زمانہ اور گردش دوراں عجیب تر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر پست قوم کو کس بام عروج پر پہنچایا اور قدر بلند مرتبت کہلانے والی قوم کس قدر ذلت میں گرایا۔

کرپالوی صاحب کے خیال میں اس تمثیل سے واضح ہوتا ہے کہ یہود کی تباہی و بربادی کے بعد آسمانی حکومت دوسری قوم کو دی جائے گی۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ

۷۴۔ خالد مسعود، حیات رسول امی ﷺ، ۴۵۔ ۴۶۔

۷۵۔ عمران ثاقب، بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ، ۲۵۴۔ ۲۵۵۔

الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ (۷۶) (ہم نے تورات کے بعد زبور میں بھی یہ فیصلہ حتمی طریقہ پر لکھ دیا تھا، کہ ارض مقدس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے۔)

کرپالوی صاحب لکھتے ہیں: " اس آیت میں مستقبل کی خبر موجود ہے کیوں کہ 'یرثھا' مضارع کا صیغہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تمثیل میں بھی مستقبل کے صیغے موجود ہیں، لہٰذا قرآن مجید کی تصدیق انجیل نے کر دی اور انجیل کی قرآن مجید نے اور خدا کی نظر میں صالح ہونا اور بادشاہت سے مراد اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت ہے۔"

نیز یہ کہ پیشین گوئی کے الفاظ "جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اس کو پیس ڈالے گا" اگر ملحوظ رکھے جائیں تو یہ پیشین گوئی قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہے کیوں کہ یہود و نصاریٰ کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے۔

اسی طرح پیشین گوئی کے الفاظ "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا" بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صادق نہیں آتے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آل داؤد سے ہیں اور عیسائی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے بلکہ آپ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل تھے تو پھر ان کے اور ان کی قوم کے حق میں یہ الفاظ کیسے حق ثابت ہو سکتے ہیں کہ جسے پتھر کے معماروں نے رد کیا۔ لہٰذا یہ پیشین گوئی اپنے تمام سیاق وسباق کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی پوری اترتی ہے۔ (۷۷)

غلام احمد پرویز نے بھی اپنی کتاب **معراج انسانیت** میں اس پیشین گوئی کو نقل کیا ہے اور وہ اسے نوید مسیحا قرار دیتے ہیں۔ (۷۸)

آسمان کی بادشاہی

انجیل متی میں حضرت یحییٰ علیہ السلام آسمان کی بادشاہی کے نزدیک آجانے کی خبر دیتے نظر آتے ہیں ان کی منادی یہ ہوا کرتی تھی: "توبہ کرو آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی۔" (۷۹)

۷۶۔ القرآن، ۲۱: ۱۰۵۔

۷۷۔ کرپالوی، **سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم زبور اور توریت کی روشنی میں**، ۱: ۸۰ – ۸۱۔

۷۸۔ غلام احمد پرویز، **معراج انسانیت**، ۲۲۔

۷۹۔ **انجیل متی**، باب ۳ : ۲۔

رومی گورنر نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا تو ”اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیوں کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔“(۸۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلتے پھرتے یہ منادی کرتے جاتے تھے: ”اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا رہا۔“ (۸۱)

گلیل کے بعد آپ علیہ السلام کفرنحوم کی بستی میں یہ منادی کرتے رہے۔ جب رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام نہ جائیں تو آپ علیہ السلام نے کہا: ”مجھے اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہی کی خوش خبری سنانا ضرور ہے کیوں کہ میں اسی لیے بھیجا گیا ہوں۔“(۸۲)

انجیل مقدس کی ان چاروں آیات کا جز آسمان کی بادشاہی پر علماے سیرت نے تنقیح و توضیح کے ساتھ استفادہ کرتے ہوئے جو بحث کی ہے ان کے مشترکہ نکات کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

۱۔ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد کا خاص مقصد یہ بتایا کہ مجھے لوگوں کو نبی موعود کی آمد کی خوشخبری سنانا ہے۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا عنوان ’انجیل‘ ہے۔ جس کے معنیٰ خوش خبری کے ہیں۔

۳۔ عیسائی حضرات اس خوشخبری کا مصداق خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں حالاں کہ ایسا مان لینے کا کوئی قرینہ نہیں ہے اس کی نمایاں وجوہ حسب ذیل ہیں:

الف) اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت اور خوش خبری کا مصداق سیدنا یحییٰ علیہ السلام خود ہوتے تو شہروں میں ان کی منادی کے الفاظ یوں ہوتے کہ ” آسمان کی بادشاہی آچکی ہے اب تمھیں کس کا انتظار ہے۔“

ب) حضرت یحییٰ علیہ السلام قید خانہ میں تھے اور انھوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کی شہرت سنی تو پیغام بھیج کر حقیقت معلوم کی۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی تردید فرمائی کہ آپ علیہ السلام ہی نبی موعود ہیں۔ انجیل متی میں یہ بیان اس طرح موجود ہے: ”یوحنا نے قید خانہ سے پوچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں تو جواب بھجوایا کہ غریبوں کو خوش

۸۰۔ نفس مصدر، باب ۴ : ۱۷۔

۸۱۔ نفس مصدر، باب ۴ : ۲۳۔

۸۲۔ **انجیل لوقا**، باب ۴ : ۴۳۔

خبری سنائی جا رہی ہے اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔"[۸۳] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وضاحت فرمادی کہ موعود پیغمبر میرے بعد آنے والا ہے۔

ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوید سناتے رہے اور آخر میں اپنے خلفا کو بھی اس بات کی تلقین فرمائی کہ میرے بعد اس مشن کی تکمیل تم کرنا۔ فرماتے ہیں: "اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔" [۸۴]

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس منادی کو ان کلمات طیبہ میں ادا کیا ہے: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (میں بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کا مژدہ سنانے والا جو میرے بعد آتا ہے جن کا نام نامی اور اسم گرامی احمد ہے۔)

ان تمام حقائق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان کی بادشاہی قائم نہ ہوئی تھی بلکہ اس کا انتظار کیا جارہا تھا اور بلاشک وشبہ یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں مقدس پیغمبر (حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام) کسی دوسری ہستی کی تشریف آوری کا مژدہ لوگوں کو سناتے رہے اور ان کے لیے فضا سازگار کرتے تھے اور تاریخ شاہد ہے کہ اس آسمان کی بادشاہی کا ظہور بنی اسماعیل علیہ السلام سے ہوا۔ اور یہ پیشین گوئی موعود پیغمبر حضور علیہ السلام کی آمد کی صورت میں پوری ہوئی۔[۸۵]

فارقلیط

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمھارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمھارے پاس نہ آئے گا۔"[۸۶]

"مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو کامل سچائی کی راہ دکھائے گا۔" [۸۷]

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمھارے ساتھ رہے، یعنی

۸۳۔ **انجیل متی**، باب ۱۱: ۴۔۶۔

۸۴۔ نفس مصدر، باب ۱۰: ۷۔۸۔

۸۵۔ خالد مسعود، **حیات رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم**، ۴۷۔۵۰ ملخص؛ کرپالوی، **سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم زبور اور توریت کی روشنی میں**، ۱: ۶۹۔۷۲، ملخص۔

۸۶۔ **انجیل یوحنا**، باب ۱۶: ۷۔۸۔

۸۷۔ نفس مصدر، باب ۱۶: ۱۲۔۱۳۔

سچائی کی روح۔" (۸۸)

انجیل یوحنا کی ان عبارات میں لفظ 'مددگار' سچائی کا روح کے جو الفاظ آئے ہیں ان پر بہت سے علماے سیرت نے بحث کی ہے۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: " یوحنا کی ان عبارتوں میں 'روح القدس' اور 'سچائی کا روح' وغیرہ کے الفاظ شامل کر کے مدعا کو خبط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس شخص خاص کے لیے اردو ترجمے میں 'مددگار' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اصل یونانی انجیل میں لفظ Paracletus تھا مگر اس کے معنٰی متعین کرنے میں عیسائی علما کو زحمت پیش آئی۔ یونانی زبان میں Paraclete (فارقلیط) کے کئی معنٰی ہیں، مدد کے لیے پکارنا، ترغیب، اکسانا، دعا مانگنا وغیرہ۔ بائبل کے مترجمین نے اس کو جہاں جہاں بھی استعمال کیا اس کے صحیح معنٰی وہاں نہیں دیے۔ یونانی زبان کا لفظ Periclytos جس کے معنٰی 'مددگار' کے ہیں اور Periclutos میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے اور اس پیشین گوئی کو اپنے عقیدے کے خلاف پڑتا دیکھ کر عیسائی علما نے املا میں تغیر کر دیا۔ اور Periclutos کی جگہ Paracletus کو ترجیح دی۔

اور سریانی زبان میں اسی لفظ کے لیے 'منحمنا' آیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام میں یہ لفظ منحمنا ملتا ہے) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم معنٰی ہے۔" (۸۹)

حکیم محمد عمران ثاقب اپنی تحقیق سے ثابت کرتے ہیں:

بائبل کے جدید ایڈیشنوں میں روح القدس، مددگار، شفیق، وکیل وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں لیکن قدیم یونانی، فرنچ، لٹن اور انگریزی تراجم میں "پیراکلیوطاس" اور عبرانی (حبریو) اور عربی کے تراجم میں 'فارقلیط' پایا جاتا ہے۔ جو عربی لفظ 'احمد' کے ہم معنٰی اور مترادف ہے۔ (۹۰)

سر سید احمد خان نے ولیم میور کے اعتراض "یوحنا کی انجیل کا ترجمہ جو ابتداء میں عربی زبان میں ہوا اس میں اس لفظ کا ترجمہ غلطی سے 'احمد کر دیا گیا ہو گا یا کسی خود غرض جاہل راہب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جعل سازی سے اس کا استعمال کیا ہو گا (یعنی 'پریکلیطاس' کر دیا ہو گا) جس کو مسلمان اپنے پیغمبر کی بشارت قرار دیتے ہیں" کی تردید پر چھ صفحات پر مشتمل طویل اور مدلل بحث کی ہے۔

۸۸۔ نفس مصدر، باب ۱۴: ۱۶ - ۱۷۔

۸۹۔ مودودی، سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۳۸۔۱۴۲، ملخص۔

۹۰۔ عمران ثاقب، بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۹۱؛ کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۸۵۔

سر سید لکھتے ہیں: ''اس روایت میں جو لفظ ' پریکلیوطاس' آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ لفظ نہیں بولا تھا کیوں کہ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی میں لفظ ' فارقلیط' فرمایا تھا۔ یونانی زبان میں اس کا ترجمہ ' پریکلیطاس' نہیں کیا گیا۔ جس کے معنیٰ ' تسلی دہندہ' کے ہیں بلکہ اس کا ترجمہ ' پریکلیوطاس' کیا گیا تھا۔ جو ٹھیک 'فارقلیط' کا ترجمہ ہے اور جس کا ترجمہ عربی زبان میں ٹھیک ٹھیک لفظ 'احمد' ہے۔''(۹۱)

لفظ 'فارقلیط' پر اسی طرح کی تفصیلی بحث مولانا حبیب الرحمٰن منصور پوری بھی اپنی کتاب **سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں**(۹۲) میں کرتے ہیں۔

عبد العزیز عرفی صاحب اپنی کتاب **جمال مصطفیٰ ﷺ** میں انجیل یوحنا کی ان مذکورہ روایات کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اصل میں یہی وہ بشارتیں تھیں جن کی وجہ سے بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کی نبی ہونے کی تصدیق کی تھی۔''(۹۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مسکن فاران /مکہ

عیسائی علما اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور نسل اسماعیل علیہ السلام عرب میں آباد نہیں ہوئے تھے۔ جب کہ بائبل سے ثابت ہے کہ وطن سے نکلنے کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام فاران میں جا کر آباد ہوئے۔

۱۔ بائبل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق وحشی یعنی جنگل میں رہنے والے کے الفاظ آتے ہیں۔ قاضی حبیب الرحمٰن اس روایت کے بیان میں لکھتے ہیں: ''اس کے لیے عبرانی الفاظ (وھو یھیہ) آئے ہیں جن کا عربی ترجمہ (وھو یکون یری أو حشي) ہیں۔''(۹۴) چناں چہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات بطور پیشین گوئی مذکور ہے: '' اسماعیل جنگل میں بسنے والا ہو گا۔''(۹۵) یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مکہ

۹۱۔ سر سید احمد، **الخطبات الاحمدیہ**، ۳۴۲۔ ۳۴۸، مخلص۔

۹۲۔ منصور پوری، **سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں**، ۷۰۔ ۸۰۔

۹۳۔ محمد صادق سیالکوٹی، **جمال مصطفیٰ ﷺ** (لاہور: نعمانی کتب خانہ، س۔ن)، ۱: ۱۹۔

۹۴۔ منصور پوری، **سیرت آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں**، ۳۱۔

۹۵۔ **پیدائش**، باب ۱۴: ۱۲۔

میں آباد ہونے سے مطابقت رکھتی ہیں اور پھر عجیب وغریب بات یہ ہے کہ خود لفظ عرب کے معنیٰ بھی جنگل اور ویران علاقہ کے ہیں جیسا کہ 'اعراب' کے لفظ سے ظاہر ہے جس کے معنیٰ ہیں 'جنگل میں رہنے والا۔"

۲۔ قیدار جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ اس کے متعلق بائبل میں ثابت ہے کہ اس کی نسل عرب میں آباد تھی۔ (۹۶)

تورات کی عبارت مذکورہ میں تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام فاران میں رہے اور تیر اندازی کرتے رہے۔ عیسائی کہتے ہیں: "فاران اس صحرا کا نام ہے جو فلسطین کے جنوب میں واقع ہے اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا عرب میں آنا خلاف واقعہ ہے۔ جب کہ جغرافیہ دان عرب عموماً متفق ہیں کہ فاران حجاز ہی کے پہاڑ کا نام ہے۔" (۹۷)

مسلم سیرت نگار اور جغرافیہ دان لفظ "عرب" سے استدلال اور صحف سماویہ سے اخذ و استنباط کرتے ہوئے استشہاد کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مسکن فاران مکہ ہی ہے۔ نیز کتب سابقہ میں موجود حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مسکن سے متعلق دیگر روایات میں بیان کی گئی نشانیوں کا اطلاق بھی مکمل طور پر وادی فاران ہی پر ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مسکن وادی فاران مکہ ہی ہے نہ کہ فلسطین کے جنوب میں واقع صحرا۔

برصغیر کی اردو سیرت نگاری میں بائبل سے استفادے کا رجحان متعارف ہونے سے متعدد علمائے سیرت نے اس منہج پر کام شروع کیا کچھ علما نے براہ راست کتب سابقہ سے استفادہ کر کے اس اسلوب کو تقویت بخشی اور بعض نے ان روایات سے اخذ و استنباط ثانوی ذرائع سے کیا۔ سیرت نگاروں نے بائبل سے اخذ و استفادے میں جس طریق کو بھی اپنایا، تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے رطب و یابس جمع کرنے سے گریز کیا۔ اس مقالے میں سیرت نگاروں کے اس اسلوب کا تجزیہ کرنا مقصود تھا اس لیے کتب سیرت میں مذکورہ صحف سماویہ کی روایات میں سے چند روایات کو بنیاد بنا کر یہ تحقیق پیش کی گئی ہے۔

۹۶۔ یسعیاہ، باب ۱۳: ۲۱۔۱۸۔

۹۷۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱: ۹۱۔ ۹۲۔

خلاصۂ بحث

نو آبادیاتی دور (انیسویں صدی) میں اردو کتب سیرت میں کتب سماویہ سے اخذ و استفادے کی روایت کا آغاز ہوا۔ یہ دور مسلمانان برصغیر کے لیے نہایت نازک اور پیچیدہ دور تھا۔ ایک تو انگریزوں کی نو آبادی ہونے کی وجہ سے دوسرے عیسائی مشنریز اور مستشرقین کی اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام پر ہرزہ سرائی کے باعث ان عیسائی مشنریز نے باقاعدہ اور منظم انداز میں اپنی حکومت کے جھنڈے تلے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے، اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں متشکک الذہن بنانے نیز برصغیر میں اپنے قدم مضبوطی سے جمانے اور مغربیت کو پروان چڑھانے کے لیے اسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر حملے کر کے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

ان حالات سے نمٹنے کے لیے برصغیر پاک وہند میں ایک ایسے گروہ نے جنم لیا جس نے ان حملوں کے رد عمل میں مدافعتی طریقہ کار اپنایا۔ یوں برصغیر میں 'اردو کتب سیرت میں صحف سماویہ سے اخذ و استفادہ' کی روایت کا آغاز ہوا۔ برصغیر میں اس منفرد رجحان کو متعارف کروانے کا سہرا سرسید احمد خان کے سر ہے۔

اس سارے پس منظر میں برصغیر میں ایسے علمائے سیرت سامنے آئے جنھوں نے کتب سیرت میں سرسید کے متعارف کردہ بائبل سے اخذ و استفادہ کرنے کے اسلوب سے رہ نمائی تو لی، لیکن مستشرقین کے اسلام اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عائد کردہ الزامات کا رد مناظرانہ والزامی طریقے سے کیا۔ اردو کتب سیرت میں بائبل سے استفادے کی روایت کا آغاز تو انیسویں صدی میں ہوا لیکن یہ رجحان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آج نقطۂ عروج کو پہنچ گیا ہے۔ مسلم سیرت نگار جہاں پہلے کتب سیرت میں کتب سماویہ کو بطور تصدیقی مآخذ استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے اب جرأت مندی کے ساتھ اس سے استفادہ کرنے لگے ہیں۔ بیان سیرت میں بائبل سے استفادے کا اصل مقصد دین اسلام اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کے خلاف مستشرقین کی مذموم کارروائیوں کو روکنا ہے اور سیرت نگار یہ فریضہ بہ خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ علمائے سیرت نے اپنی کتب میں بائبل کی روایات سے جہاں بھی استدلال کیا تنقیح وتوضیح کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا اور رطب ویابس جمع کرنے سے حتی الامکان گریز کیا۔ سیرت نگاروں نے بالعموم بائبل کی ان روایات کا اندراج اپنی کتب میں کیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ ابراہیم میر سیالکوٹی کتب سابقہ میں آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبشرات کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:"کتب سابقہ میں آپ ﷺ کا مولد، آپ ﷺ کا وطن و مسکن، آپ ﷺ کا لہجہ، آپ ﷺ کے جنگی اور اسلامی کارنامے، آپ ﷺ کے معجزات و برکات، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمایاں علامات و نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے ان کتب میں مذکور ہے اور باوجود عہد بہ عہد کی تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ریزوں پر پردہ نہ پڑ سکا اور آپ ﷺ کے معجزات ظہور قدسی نے ان تحریفات کی ظلمتوں کو دور کر دیا۔"(۹۸)

اس کے علاوہ "اگر ان دعوؤں کے انکار کی یہود و نصاریٰ کے لیے کوئی گنجائش ہوتی تو بغیر ایک لمحے کے توقف کے سبھی یہود و نصاریٰ نبی عربی ﷺ کے پاس دوڑ کر آتے اور چیلنج دیتے کہ یہ ہے تورات و انجیل دکھلاؤ کہاں تمھارا ذکر ہے اور اہل اسلام کو لاجواب کرنے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ جاتا لیکن علما و فضلا اور تورات و انجیل کے مدرس و مفسر اس نبی امی ﷺ کے دعوے کو جھٹلا نہ سکے بلکہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ وغیرہ خوش بخت لوگوں کی شہادت نے حضور ﷺ کی حقانیت و صداقت کو واضح کر دیا۔" (۹۹)

قرآن مجید میں بڑے واضح الفاظ میں اس بات کی نشان دہی کی گئی ہے کہ آں حضرت ﷺ کا تذکرہ تورات اور انجیل میں موجود ہے: ﴿الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾(۱۰۰) (وہ رسول نبی امی جس کو اہل کتاب تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔)

چناں چہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیان سیرت میں سابقہ الہامی کتب سے استفادے کو سیرت نگاری کا اہم اصول قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب لکھتے ہیں:"اسلام دنیا میں کا آخری مذہب ہے لیکن اس مذہب اور مذہبی پیغمبر کا تذکرہ پچھلے تمام انبیا نے کیا۔ آغاز اسلام میں دیگر مذاہب کے بعض علما اپنی کتب میں ہمارے پیغمبر کی نشانیاں مطالعہ کر کے دائرہ اسلام میں شامل ہوئے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سچی نشانیاں صرف کتب سماویہ ہی میں نہیں بلکہ بعض دیگر مذاہب کی کتب میں بھی ہیں۔ سیرت نگار مستشرقین و مخالفین کے خلاف بہ طور الزام یا اسلام کی تائید کے لیے ان کتب سے استفادہ کر کے اسلام اور سیرت کو بہتر اور مدلل انداز میں پیش کر سکتا ہے۔" (۱۰۱)

۹۸- سیالکوٹی، **سیرت المصطفی ﷺ**، ۱: ۱۳۰۔

۹۹- محمد اشرف سیالوی، **انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء)، ۱۵- ۱۶۔

۱۰۰- القرآن، ۷: ۱۵۷۔

۱۰۱- صلاح الدین ثانی، **اصول سیرت نگاری** (کراچی: مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی، ۲۰۰۳ء)، ۳۴۲- ۳۴۳۔

برصغیر کی اردو سیرت نگاری میں کتب سماویہ سے استفادے اور تقابل و تجزیے کا رجحان متعارف ہونے سے متعدد علماے سیرت نے اس منہج پر کام شروع کیا۔ کچھ علمانے براہ راست ان صحفِ سماویہ سے استفادہ کر کے اس اسلوب کو تقویت بخشی اور بعض نے یہ اخذ و روایت ثانوی ذرائع سے کیا۔ سیرت نگاروں نے اس اخذ و استفادے میں جس طریق کو بھی اپنایا انھوں نے رطب و یابس جمع کرنے سے گریز کیا۔ جس موضوع کو بھی سیرت نگار زیر بحث لائے اس پر نقد و تجزیہ کیا، تائید و تردید کرتے ہوئے عقائد و ایمانیات اور اسلامی مسلمات کو بہ طریق احسن واضح کیا۔ مقالے میں سیرت نگاروں کے اس اسلوب کا تجزیہ کرنا مقصود تھا اس لیے کتب سیرت میں صرف بشارات نبوی کی روایات میں سے چند روایات کو بنیاد بنا کر تحقیق کی گئی ہے۔

سیرت نگاری کے اس پہلو کے ہمہ جہت اثرات مرتب ہوئے اور عصر حاضر میں جس تقابلی انداز مطالعہ کی روایت فروغ پا رہی ہے تو وہ اسی رجحان و اسلوب ہی کے اثرات ہیں اور یہ رجحان مرور زمانہ کے ساتھ مزید تقویت پا رہا ہے۔ امید ہے بہت سے گم گشتہ راہوں کو اسی طرح راہ ہدایت میسر آ جائے اور وہ گوہر مقصود حاصل ہو جائے جو ہر اہل ایمان کا نصب العین ہے۔ یعنی ﴿فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۙ﴿۲۹﴾ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ﴾ (۱۰۲) اور ہم سب ﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ﴾ (۱۰۳) کامصداق ٹھہریں۔ آمین یا رب العالمین۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

۱۰۲- القرآن،۸۹: ۲۹- ۳۰۔

۱۰۳- القرآن،۹۸: ۸۔

List of Sources in Roman Script

- ‘Urfi, ‘Abd al-‘Aziz. *Jamal-i Mustafa*. Karachi: Gilani Publishers, 1981.
- Al- Bukhari, Muhammad b. Isma‘il. *Al-Jami‘ al-Sahih*. Beirut: Dar Ibn Kathir, 2007.
- Al-Qastallani, Ahmad b. Muhammad b. Abi Bakr. *Irshad al-Sari li Sharh Sahih al-Bukhari.* Egypt: Al-Matba‘ah al-Kubra al-Amiriyyah, 1343 A.H.
- Al-Wajidi, Nadim. *Sirat Nigari ke Ba‘z Aham Pahlo, Nuqush, Rasul Nambar*. Lahore: Idarah-i Farogh-i Urdu, 1982.
- Ghauri, ‘Abd al-Sattar. *Muhammad Rasul Allah ke Bare main Bible ki Chand Paishin Go’iyan*. Lahore: Al-Mawrid, 2010.
- Gilani, Sayyid Manazir Ahsan. *Al-Nabi al-Khatim*. Lahore: Zahid Bashir Printing Press, 1995.
- Kandhalvi, Muhammad Idris. *Sirat al-Mustafa.* Lahore: Maktabah ‘Uthmaniyah, 1979.
- Khan, Sayyid Ahmad. *Al-Khutbat al-Ahmadiyyah.* Lahore: Shafi‘ Sajjad Art Press, 1988.
- Kirpalvi, Talib Husayn. *Sirat al-Nabi Zabur aur Taurait ki Raushni main.* Lahore: Islamiyah Dar al-Tabligh, 1992.
- *Kitab-i Muqaddas.* Lahore: Pakistan Bible Society, Anar Kali, 2004.
- Mansurpuri, Qadi Habib al-Rahman. *Sirat-i Anhadarat Bible ki Raushni main.* Lahore: Shirkat Printing Press, 1982.
- Mansurpuri, Qadi Sulaiman. *Rahmat li ’l-‘Alamin.* Lahore: Islami Kutub Khana, n.d.
- Mas‘ud, Khalid. *Hayat-i Rasul-i Ummi.* Lahore: Dar al-Tadhkir, 2004.
- Maududi, Sayyid Abu al-A‘la. *Sirat-i Sarvar-i ‘Alam.* Lahore: Idarah-i Tarjuman al-Qur’an, 1980.

- Nu‘mani, Shibli. *Sirat al-Nabi.* Lahore: Al-Faisal Nashiran, 1991.
- Parvaiz, Ghulam Ahmad. *Mi‘raj-i Insaniyat.* Lahore: Idarah-i Tulu‘-i Islam, 1976.
- Siyalkoti, Muhammad Ibrahim Mir. *Sirat al-Mustafa.* Lahore: Nu‘mani Kutub Khana, 2006.
- Siyalkoti, Muhammad Sadiq. *Jamal-i Mustafa*. Lahore: Nu‘mani Kutub Khana, n.d.
- Sulaimani, Muhammad Ihsan al-Haqq. *Rasul-i Mubin.* Lahore: Maqbol Academy, 1993.
- Thaqib, Hakim ‘Imran. *Bible aur Muhammad Rasul Allah.* Lahore: Maktabah Quddusiyah, 2006.
- Zafar, ‘Abd al-Ra’uf. *Uswah-i Kamil.* Lahore: Kitab Sara’e Publishers, 2009.